مومن کا سفر

مختصر بیان

ایچ ایل ٹیلر

مومن کا سفر

مختصر بیان

ایچ ایل ٹیلر

momin kā safar. muḳhtasar bayān

Little Pilgrim's Progress

by H. L. Taylor
illus. by W. L. Cable

(Urdu—Persian script)

© 2021 MIK

new revised edition published and printed by
Good Word Communication Services Pvt. Ltd.
New Delhi, INDIA

for enquiries or to request more copies:
askandanswer786@gmail.com

آسمانی شہر کی خبر

مومن برباد نگر نامی ایک بڑے شہر کا رہنے والا تھا۔ اُس شہر کے گلی کوچوں میں سارا دن لڑکے لڑکیاں بے خیالی سے ہنستے کھیلتے رہتے تھے۔ یہ چہل پہل زیادہ تر گرمیوں کے موسم میں رہتی تھی جب کہ سورج کی روشنی سے شہر چمکتا اور خوب صورت دکھائی دیتا تھا۔ سردیوں اور برسات کے دنوں میں بچّے اِتنا خوش نہ ہوتے تھے، اِس لئے کبھی کبھی خاموش بیٹھے کہانیاں سُنتے رہتے۔

بعض اوقات جب کوئی سنجیدہ مزاج آدمی یا کوئی اچھی عورت شہر میں تھوڑے دنوں کے لئے آتے اور بچّوں سے گھُل مل جاتے تو وہ بچّوں کے کہنے پر اُنہیں کہانیاں سُنایا کرتے تھے۔ وہ اُنہیں بتاتے، "اِس شہر سے دُور ایک خوب صورت شہر ہے۔ وہاں کا بادشاہ نہایت ہی نیک اورعقل مند ہے۔ اُسے خاص طور پر بچّوں سے بڑی محبت

اور لگاؤ ہے۔ تمہارے شہر کا حاکم تو بڑا شریر اور ظالم ہے، اور اُسے ہمارے نیک بادشاہ سے نفرت ہے۔ لیکن ایک دن ضرور آئے گا جب ہمارے بادشاہ کی فوج تمہارے شہر کے حاکم پر چڑھائی کرے گی۔ اُس وقت تمہارا شہر جلا دیا جائے گا اور لوگ قتل کر دیئے جائیں گے۔"

تب بچّے اُن سے پوچھتے، "ہمارا کیا ہو گا؟"

اجنبی ہمیشہ یہی جواب دیتے، "تم ابھی نوجوان اور مضبوط ہو۔ اِس لئے اِس شہر کو ابھی چھوڑ کر ہمارے بادشاہ سلامت کے ملک کو روانہ ہو جاؤ۔ تم ہمارے بادشاہ کے اُس آسمانی شہر میں بالکل محفوظ رہو گے۔"

یہ بات مومن نے کئی بار سُنی تھی، اور اُس نے اِس پر غور بھی کیا تھا۔ لیکن جب بھی اُس نے اِس پر اپنے دوستوں کی رائے لی اور پوچھا کہ ”کیوں نہ ہم آسمانی شہر کو چلے جائیں؟“ تو وہ لوگ اُس پر ہنسنے لگتے اور کہتے، ”میاں، بادشاہ کے بارے میں یہ باتیں بکواس ہی ہیں۔ ہمارے شہر سے بڑھ کر بھلا کوئی اَور شہر عُمدہ اور پُرامن ہو سکتا ہے؟“

لیکن مومن کو پورا یقین تھا کہ جو کچھ اجنبی کہتے تھے، ٹھیک ہی ہے۔ ایک دن اتفاق سے اُسے ایک پُرانی کتاب مل گئی جس میں بادشاہ اور آسمانی شہر کے بارے میں ایسا ہی ذکر موجود تھا۔ اُس میں بتایا گیا تھا کہ جب بادشاہ چڑھائی کرے گا تو اُن کا شریر حاکم اپنے شہر سمیت یقیناً فنا ہو جائے گا۔

اُس نے تو یہ کتاب اپنے ساتھیوں کو بھی دکھائی ، لیکن اُنہوں نے اُس کا مذاق اُڑایا اور کہنے لگے، ”ارے! یہ تو کوئی صدیوں پُرانی کتاب ہے اور اب تو یہ بے کار ہو چکی ہے۔ نہ تو کبھی کسی بادشاہ کی فوج نے چڑھائی کی اور نہ ہی اب کبھی ایسا ہو گا۔ یہ باتیں چھوڑ جہاں تک ہو سکے عیش کرو اور مزے اُڑاؤ۔“

لیکن مومن کا کھیل تماشے میں جی نہیں لگتا تھا۔ وہ اکثر کھیل میں اُکتا جاتا اور اُداس ہو کر سوچنے لگتا کہ کاش مجھے اُس آسمانی شہر کا راستہ مل جاتا۔ لیکن وہ بچّہ ہی تھا، اِس لئے اُسے ڈر تھا کہ کہیں مَیں راستے کو بھول نہ جاؤں۔ تب وہ دوبارہ کتاب کو کھول کر اُس نیک بادشاہ کے بیٹے کے بارے میں پڑھنے لگتا۔ دل چسپ بات یہ تھی کہ اُس کے مطابق وہ ایک بار برباد نگر بھی آیا تھا۔ اُس وقت وہ بچّوں کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا تھا۔ وہ اکثر کہتا تھا کہ "چھوٹے بچّوں کو میرے پاس آنے دو۔"

مومن سوچنے لگا، "کاش وہ یہاں ہوتا اور مجھے بھی اپنے ہی ہمراہ لے جاتا! لیکن مَیں کیا کروں؟ اِتنا لمبا سفر اکیلے کیسے طے کر پاؤں گا؟"

وہ اِس سوچ سے اِتنا دب گیا کہ اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک ٹپک کر گالوں سے ہوتے ہوئے اُس کے مَیلے کپڑوں پر گرنے لگے۔ یہ کپڑے گِھس گِھس کر کتنے پتلے اور بوسیدہ ہو گئے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ اَور بھی زیادہ غمگین ہو گیا۔ "اگر مجھے آسمانی شہر کا راستہ مل بھی گیا تو بھی آسمانی شہر میں پہنچنے سے پہلے میرے کپڑے بالکل پھٹ چکے ہوں گے۔

مَیں یہ اُمید کیسے رکھ سکتا ہوں کہ مجھ جیسے چیتھڑوں میں لپٹے ہوئے بچّے کو باریابی حاصل ہو۔"

آخرکار کتاب کو ہاتھ میں لے کر وہ گھر کی طرف چل دیا۔ چونکہ اُس کی ماں کئی سال پہلے فوت ہو چکی تھی اِس لئے دایہ امّاں اُس کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ وہ پوچھنے لگی، "بیٹا! اِتنے نڈھال اور اُداس کیوں ہو؟"

اُس نے بڑی افسُردگی سے جواب دیا، "مَیں آسمانی شہر کو جانا چاہتا ہوں۔"

دایہ امّاں بھی لڑکوں کی طرح ہنس دی اور کہنے لگی، "بیٹا! بڑے بھولے ہو۔ کوئی آسمانی شہر وہر نہیں ہے۔ اگر یوں ہی تم اُن اجنبیوں کے پیچھے بھٹکتے رہے تو ایک دن ضرور پچھتاؤ گے۔"

تب مومن بستر پر لیٹ گیا اور روتے روتے سو گیا۔

مبشّر سے مُلاقات

اگلے دن صبح سویرے جب مومن چمکتی دھوپ میں باہر نکلا تو اُس کے ساتھی دوڑے آئے، ”آؤ مومن، ہمارے ساتھ کھیلو۔“ لیکن اُس نے اُنہیں جواب دیا، ”آج میرا دل نہیں کرتا۔ میرا تو خیال ہے کہ ہم لوگوں کو اب سفر پر چلنا ہی چاہیئے۔“

یہ سُن کر وہ چلّانے لگے، ”تم تو بہت بے وقوف لڑکے ہو۔ ہر وقت آسمانی شہر کی باتیں کرتے رہتے ہو۔ ہمارے موڈ کو خراب کرنے سے بہتر یہ ہے کہ تم آسمانی شہر کا پتہ معلوم کر لو۔“ یہ کہہ کر وہ اُسے چھوڑ کر کھیل میں مگن ہو گیئے، اور مومن بے چارہ اکیلا رہ گیا۔

اُسی وقت بی مومنہ اپنی ننھی بہن اُٹھائے گلی سے آتی ہوئی نظر آئی۔ گزشتہ روز جب لڑکے مومن کا مذاق اُڑا رہے تھے وہ پاس ہی کھڑی تھی۔

اُس وقت اُسے بڑا افسوس ہوا تھا۔ مومن کو بی مومنہ بڑی پسند تھی۔ اُسے آتے دیکھ کر وہ خوش ہو گیا۔

مومنہ ٹھہر گئی۔ "ارے مومن، تم پھر سے رونے لگے۔ اجنبیوں کی کہانیاں سُننا چھوڑ دو۔ اِس سے تمہیں دُکھ ہوتا ہے۔ آؤ کھیت کی طرف چلتے ہیں اور اِس بچی کے لئے پھولوں کا ہار بناتے ہیں۔"

مومن کو یہ بات پسند آئی۔ بی مومنہ بڑی اچھی تھی۔ بے شک اُسے بھی باقی لڑکوں کی طرح اُن باتوں پر جو مومن نے کتاب میں سے پڑھ کر اُسے بتائی تھیں یقین نہیں تھا۔ تو بھی وہ اُسے کبھی نہیں ستاتی تھی۔

راستے میں وہ اُسے بتانے لگا، "مجھے اِس لئے بادشاہ کے پاس جانا ہے کہ میرے سر پر ایک بھاری بوجھ ہے جس کو اُس بادشاہ کے علاوہ کوئی اور میرے سر سے نہیں اُتار سکتا۔"

بی مومنہ نے حیران ہو کر پوچھا، "سچ؟ بتاؤ، کہاں ہے تمہارا یہ بوجھ؟"

"یہ میری پیٹھ پر ہے اور مجھے اِتنا بھاری محسوس ہوتا ہے کہ اِس کی تھکاوٹ کی وجہ سے مَیں کھیل بھی نہیں پاتا۔"

بی مومنہ نے اُس پر سنجیدگی سے نظر ڈالی۔ ”مومن! اگر سچ مچ تمہارے ایسے خیالات ہیں تو تم یقیناً بیمار ہو۔ تمہاری پیٹھ پر تو کوئی بھی بوجھ نہیں!“

مومن نے جواب دیا، ”افسوس کہ تمہیں یہ بوجھ دِکھائی نہیں دیتا۔ لیکن مجھے تو محسوس ہوتا ہے۔ جب تک یہ میرے پیٹھ سے نہ اُترے مَیں تو نڈھال رہوں گا۔“

تینوں بچّے کھیت میں خوشی خوشی کھیلتے رہے۔ لیکن شام کو جب مومن گھر پہنچا تو وہ پھر آسمانی شہر کے خیالوں میں ڈوب گیا اور جب تک دایہ امّاں اُس سے ناراض نہ ہوئی اِن میں مگن ہی رہا۔ اُس کی ماں تو تھیں نہیں جو اُسے دلاسا اور تسلی دیتی۔ باپ شہر کا ایک بڑا رئیس تھا، اِس لئے بیٹے کی طرف توجہ دینے کے لئے اُس کے پاس وقت ہی نہیں تھا۔

اُمید تھی کہ صبح سویرے مومن کی مُلاقات بی مومنہ سے پھر ہو گی، لیکن افسوس، وہ گھر پر مصروف تھی۔ دوسرے بچّوں سے اُس کا کوئی سروکار نہ تھا، کیونکہ اُن کے نزدیک وہ کُند ذہن اور بے وقوف تھا، وہ

اِس لائق نہ تھا کہ اُن کے ساتھ کھیلے۔ اِس لئے وہ اکیلے ہی کھیتوں میں گھومنے چلا گیا۔ پھرتے پھرتے وہ زمین پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے نزدیک ہی کسی کی آہٹ سُنائی دی۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک اجنبی شہر کی طرف جا رہا ہے۔ وہ آدمی بہت ہی سنجیدہ اور مہربان دکھائی دے رہا تھا۔ اُس کا نام مبشّر تھا۔ اُس نے مومن کو پہلے بھی کئی بار دیکھا تھا، اِس لئے وہ نزدیک آ کر اُس سے باتیں کرنے لگا۔

لڑکے کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اُس نے پوچھا، "بیٹے! تم کیوں رو رہے ہو؟"

اُس کی پیار بھری آواز سُن کر مومن کو بڑا اطمینان ہوا۔ وہ بولا، "مجھے بادشاہ کے پاس پہنچنے کی بڑی خواہش ہے، لیکن میرے ساتھی میرا مذاق اُڑاتے ہیں، یہاں تک کہ میری دایہ امّاں اور بی مومنہ کو بھی یقین نہیں ہوتا کہ آسمانی شہر کے بارے میں باتیں دُرست ہیں۔"

مبشّر نے اُس پر ہمدردانہ نگاہ ڈال کر کہا، "تمام باتیں دُرست ہیں۔ بادشاہ کو بچّوں سے محبت ہے۔ اگر تم اُس کے حکم کو مانتے ہوئے اپنا سفر

شروع کر دو تو وہ تمام راستے میں تمہاری نگہبانی کرے گا۔ اور جب تم آسمانی شہر میں پہنچ جاؤ گے تو ہمیشہ کے لئے خوش رہو گے۔"

مومن بولا، "اگر مجھے راستہ معلوم ہو جائے تو مَیں ابھی سفر پر روانہ ہونے کے لئے تیار ہوں۔"

مبشّر نے مُڑ کر کھیت کے اُس پار اُس راستے کی طرف اشارہ کیا جہاں سے وہ آیا تھا اور کہا، "وہ دیکھو، میدان کی دوسری طرف دروازہ ہے۔"

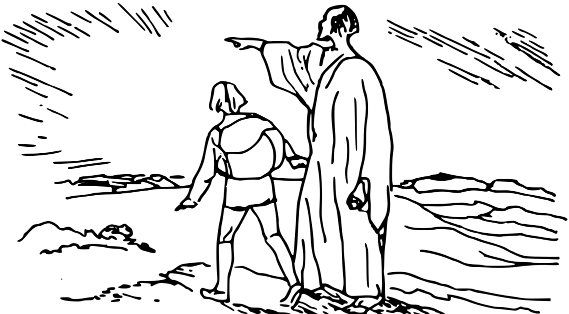

لیکن مومن کی آنکھیں ابھی آنسوؤں سے دُھندلائی ہوئی تھیں اِس لئے اُسے دروازہ دکھائی نہ دیا۔

مبشّر نے کہا، "غور سے دیکھو۔ اُس کے اوپر تیز روشنی ہے۔ کیا وہ تمہیں نظر آ رہی ہے؟"

لڑکے نے جواب دیا، "ہاں! معلوم تو ایسا ہی ہو رہا ہے۔"

"تو سُنو، آسمانی شہر کا راستہ اُسی دروازہ میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ اب مَیں تجھے بادشاہ کے نام ایک پیغام لکھ کے دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر مبشّر نے ایک کاغذ نکال کر مومن کے ہاتھ میں تھما دیا۔

اُس میں سُنہرے حرفوں سے کچھ لکھا تھا جسے مومن نے بُلند آواز سے پڑھا۔ "جو مجھے پیار کرتے ہیں اُنہیں مَیں پیار کرتا ہوں، اور جو مجھے ڈھونڈتے ہیں وہ مجھے پا لیتے ہیں۔"

"بادشاہ کا یہ وعدہ تمام لوگوں سے ہے۔ اب تمہیں زیادہ رونے کی ضرورت نہیں بلکہ اب جلدی سے جا کر اُس دروازہ پر کھٹکھٹاؤ۔ بادشاہ کا ایک خادم آ کر اُسے کھول کر تمہیں بتائے گا کہ آگے کہاں جانا ہے۔"

ضدّی اور دودِلا

شہر کے پھاٹک کے پاس کچھ لڑکے کھیل رہے تھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ مومن مُبشّر سے بات کر رہا ہے۔ اُنہیں اِس پر تعجب نہ ہوا، کیونکہ اِس قسم کے جتنے بھی لوگ آتے تھے وہ اکثر لوگوں سے باتیں کیا کرتے تھے۔لیکن جب مبشّر کے مُڑنے پر مومن میدان کے پار دروازے کی طرف بھاگنے لگا تو وہ حیران ہوئے۔ سوچنے لگے کہ آخر وہ کہاں جا رہا ہے؟

ایک لڑکا چِلانے لگا، "وہ بھاگا جا رہا ہے۔"

دوسرا بولا، "وہ ضرور آسمانی شہر کو ڈھونڈنے جا رہا ہو گا۔"

تیسرا بولا، "وہ کہیں کھو جائے گا۔ چلو ہم اُس کا پیچھا کر کے واپس لے آتے ہیں۔"

ضدّی اور دودِلا نامی دو لڑکے مومن کے اچھے جاننے والے تھے۔ گو دونوں اُس سے بڑے تھے تو بھی وہ اُس کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ ضدّی اِتنا اچھا ساتھی نہیں تھا، کیونکہ وہ بات بات پر اَڑ جاتا تھا۔ اُس کے مقابلے میں دودِلا تعلقات ٹھیک رکھنے کے لئے اکثر دوسروں کی مان لیتا تھا۔ مومن کو دونوں سے اِتنا لگاؤ تو نہیں تھا، تو بھی دودِلا اُسے زیادہ پسند تھا۔ دونوں لڑکوں نے جب اپنے ساتھی کو بھاگتے دیکھا تو بہت پریشان ہوئے۔ گو اُن میں کوئی خاص دوستی نہیں تھی، پھر بھی وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ اُن کا ساتھی کہیں گُم ہو جائے۔

ضدّی بولا، "چلو اُسے واپس لائیں۔ دیکھو کتنا بے وقوف لڑکا ہے کہ اجنبیوں کی باتوں میں آ گیا۔"

دودِلا نے کہا، "تو چلتے کیوں نہیں! مَیں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ دونوں اُس کے پیچھے چل دیئے۔ بھاگتے وہ مومن کو پُکارنے لگے، "ٹھہرو! ہمارا انتظار کرو!"

لیکن اُن کی آوازیں سُن کر مومن اِتنا خوفزدہ ہوا کہ اُس نے مُڑ کر اُن کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ وہ سوچنے لگا، "اگر وہ مجھے واپس لے گئے تو پتہ نہیں کہ پھر وہاں سے نکلنے کا موقع ملے گا بھی یا نہیں۔"

اُس سے جتنا بھی تیز دوڑا جا سکتا تھا وہ دوڑا، لیکن اپنی پیٹھ پر لدے ہوئے بوجھ کے باعث وہ جلد ہی تھک گیا۔ ضدّی اور دودِلا دونوں اُس سے قد میں قدرے لمبے اور مضبوط تھے، اِس لئے اُنہوں نے جلد ہی اُسے جا لیا۔

ضدّی نے چلّا کر کہا، "کہاں جا رہے ہو؟ آخر تم ہمیں چھوڑ کر کیوں بھاگے جا رہے ہو؟"

مومن نے جواب دیا، "مَیں شاہی شہر کو جاتا ہوں۔ کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گے؟"

ضدّی ہنس پڑا، "نہیں بھائی! وہاں جانے کا بھلا کیا فائدہ جبکہ ہمیں اپنے گھر میں ہر طرح کی خوشی اور عیش و آرام میسر ہے۔"

"شاہی شہر میں ہمیں اِس سے بھی بڑھ کر خوشی ہو گی۔ اُس کا شہر ہمارے شہر سے کئی درجہ بہتر، حسین اور خوب صورت ہے۔ اِس کے

علاوہ ہم وہاں ہر بَلا سے محفوظ ہوں گے۔ مَیں تم لوگوں کو بتا چکا ہوں کہ ہمارا شہر اب محفوظ نہیں ہے۔"

ضدّی بولا، "تم تو ایسے باتیں کرتے ہو جیسے کہ تم وہاں کی باتیں جانتے ہو۔ ایسی پاگل پن کی باتیں تم کیوں کرتے ہو؟"

"یہ کوئی پاگل پن نہیں ہے بلکہ ایسا تو میری اِس کتاب میں لکھا ہے۔"

یہ سُن کر ضدّی کو پھر ہنسی آئی۔ "ارے! مَیں کتنی بار تمہیں بتاؤں کہ تمہاری یہ کتاب فضول باتوں سے بھری ہوئی ہے۔ اِس میں لکھی کوئی بھی بات سچی نہیں ہے۔ اچھا اب بتاؤ، واپس چلتے ہو کہ نہیں؟"

ضدّی ذرا غصے سے بول رہا تھا اِس لئے مومن کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا، لیکن اُس نے جرأت کرکے جواب دیا، "نہیں! مَیں تو بادشاہ کے ہاں جا رہا ہوں۔"

ضدّی بولا، "اچھا! تو جاؤ۔ آؤ دودِلا ہم چلتے ہیں۔ ایسے بے وقوف لڑکے کے پیچھے دوڑنا بے کار ہے، جب یہ بھی پتہ نہیں کہ اُس کی بھلائی کس میں ہے۔"

دودِلا پہلے تو خاموش کھڑا اُن کی باتیں سُنتا رہا۔ لیکن پھر تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا، ”فرض کرو کہ کتاب سچی ہے۔ پھر اُس کا حال ہمارے حال سے اچھا ہو گا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اُس کے ساتھ جانے میں ہی ہماری بھلائی ہے۔“

مومن پکار اُٹھا، ”ضرور میرے ساتھ چلو۔ بادشاہ کے ساتھ رہ کر ہم کس قدر خوش رہیں گے۔“

دودِلا بولا، ”کیا تمہیں یقین ہے کہ تم شہر کو ڈھونڈ لو گے؟“

”ہاں، کیونکہ مبشّر نے مجھے سمجھا دیا کہ کیا کرنا ہے۔ اُس دروازے تک جانا ہے تو وہاں کا آدمی ہمیں راستہ بتا دے گا۔“

ضدّی بولا، ”جانے کا خیال چھوڑ دو۔ فرض کرو کہ کوئی آسمانی شہر ہو بھی تب بھی تم جیسے لڑکے اُس شہر تک کبھی نہیں پہنچ سکتے۔“

دودِلا نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ وہ مومن کے اَور بھی نزدیک گیا۔ اُس نے کتنی مرتبہ اجنبیوں سے شہر کے بارے میں سُنا تھا، اور اب وہ سوچنے لگا، ”مَیں کیوں نہ دروازے تک جا کر دیکھوں کہ راستہ کیسا ہے؟“

ضدی نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا، ”ٹھیک ہے، مومن جائے تو جائے، لیکن دودِلا تم تو عقل مند ہو۔ میرے ساتھ واپس چلو۔ فکر مت کرو۔ وہاں جا کر مَیں کسی کو بھی نہیں بتاؤں گا کہ تم جانے کو کہہ رہے تھے۔“

لیکن آج دودِلا کو اپنی من مانی کرنا اچھا لگ رہا تھا۔ اِس لئے اُس نے جواب دیا، ”اب آگے بات مت کرو، کیونکہ مَیں نے ارادہ کر لیا ہے۔ اگر تم ساتھ نہیں چلتے تو خدا حافظ۔“

”نہیں! مَیں ہرگز تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ مجھے تم دونوں سے چھٹکارا پانے کی بڑی خوشی ہے۔“ ضدی یہ کہہ کر ہنستے ہوئے برباد نگر واپس چلا گیا۔

مایوسی کی دلدل

جب دونوں لڑکے اکیلے رہ گئے تو دودِلا نے سوال کیا، "اچھا اب بتاؤ کہ آسمانی شہر کس طرح کا ہے؟"

مومن نے جواب میں کہا، "بڑا ہی خوب صورت ہے۔ کیا تم نے اجنبیوں کی باتیں نہیں سُنیں؟ بادشاہ وہیں رہتا ہے اور اُس کی رعایا کو نہ تو تھکاوٹ ہوتی ہے اور نہ ہی اُن کو اُداسی چھو سکتی ہے۔ اُن کا لباس نورانی ہوتا ہے جو نہ مَیلا ہوتا ہے اور نہ ہی پھٹا پُرانا۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ ہمیں اندر داخل نہیں ہونے دیں گے۔"

"کیوں نہیں، ضرور جانے دیں گے۔ مبشّر نے ایسا ہی کہا تھا۔ اُس نے مجھے یہ رُقعہ بھی دیا ہے۔" مومن نے بادشاہ کے نام کا پیغام کھول کر پڑھنے کے لئے دودِلا کے حوالے کر دیا۔ "بادشاہ نے مجھے یہ پیغام بھیجا

ہے تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ اُسی کی مرضی ہے کہ مَیں اُس کے شہر کو جاؤں۔"

"لیکن اُس نے تو میرے نام کوئی پیغام نہیں بھیجا ہے۔"

"تم مبشّر سے ملے ہی نہیں ہو۔لیکن فکر مت کرو۔ مجھے یقین ہے کہ تم سے مل کر بادشاہ بہت ہی خوش ہو گا۔"

"اچھا! کوئی اَور بات؟ ہاں! تو شہر میں جا کر کرو گے کیا؟"

"پہلی بات تو یہ کہ میری بادشاہ سے ملاقات ہو گی۔ اگر وہ مہربان ہوئے تو اُس سے معلوم کروں گا کہ میری امی کہاں ہیں۔تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ مجھے بالکل چھوٹا چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔بعض اوقات میرا دل اُن کے لئے بہت تڑپتا ہے۔ ایک اجنبی نے بتایا تھا کہ وہ بادشاہ کے ہاں ہیں، اور میرا اپنا خیال بھی یہی ہے کہ وہ آسمانی شہر کے اندر ہوں گی۔"

"وہاں پہنچنے میں ہمیں کتنا عرصہ لگے گا؟ تم نے مبشّر سے پوچھا تھا نا؟ میرے خیال میں ہمیں ذرا تیز قدم اُٹھانا چاہیے۔"

مومن نے جو تھک چکا تھا ٹھنڈی آہ بھر کر کہا، ”چاہتا تو مَیں بھی ہوں، لیکن اِس بھاری بوجھ کے باعث مجھ سے جلدی نہیں چلا جاتا۔“

دودِلا یہ کہنے ہی والا تھا کہ ”کیا مطلب کہ تمہاری بھاری بوجھ ہے؟“ کہ یکایک اُس کے پاؤں کیچڑ میں دھنس گئے۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہ ایسے میدان میں پہنچ گئے ہیں جہاں دلدل ہے۔ وہ چلّا اُٹھا، ”ارے! ہم کہاں آ گئے؟“

بے چارہ مومن کیا بتاتا، وہ تو خود اپنے بوجھ کے باعث دودِلا سے زیادہ دلدل میں دھنس چکا تھا۔ اُس نے صرف اِتنا جواب دیا، ”مَیں کیا جانوں! آؤ مل کر نکلنے کی کوشش کرتے ہیں۔“

لیکن لڑکے اِتنے خوفزدہ اور پریشان تھے کہ اُن کے لئے یہ سمجھنا مُشکل تھا کہ دلدل سے کس طرح نکلیں۔ اِسے مایوسی کی دلدل کہا جاتا تھا۔ اور بچّے تو بچّے، یہ جگہ تو جوانوں کے لئے بھی خطرناک تھی۔ لڑکے نکلنے کی جتنی بھی کوشش کرتے اُتنا ہی زیادہ دلدل اُنہیں نیچے کی طرف کھینچ لیتی تھی۔ تنگ آ کر دودِلا غُصے میں آ گیا اور کہنے لگا، ”دیکھتے نہیں ہم کیسی مصیبت میں پھنس گئے؟ یہ غلطی تمہاری ہی وجہ سے ہوئی ہے۔

کاش مَیں تمہارے ساتھ نہ آیا ہوتا! اگر سفر کے شروع کا یہ حال ہے تو کیا معلوم آگے راستے میں کِن کِن مصیبتوں کا سامنا کرنا ہو گا؟ ذرا مجھے اِس دلدل سے نکلنے دو تو مَیں سیدھا اپنے گھر کی راہ لوں گا۔ تم اکیلے ہی آگے نکلو!"

مومن نے کوئی جواب نہ دیا، کیونکہ وہ خود بڑا خوفزدہ اور غمگین تھا۔ اُس کے کپڑے کیچڑ سے لت پت ہو چکے تھے۔ اور ہر لمحے اُسے یہی اندیشہ تھا کہ کہیں دلدل میں گُھٹ کر مر نہ جائے۔ اُس نے سوچا کہ کاش مبشّر میری مدد کرنے آئے۔ لیکن آس پاس کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میدان کے پار بہت دُور دروازے کے اوپر روشنی چمکتی دکھائی دے رہی تھی۔ اور پیچھے برباد نگر تھا۔ دودِلا روشنی کی طرف پیٹھ کر کے آخر کار دلدل سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا، لیکن اُس نے رُک کر اپنے ساتھی کی مدد نہ کی۔ اور جب مومن نے پیچھے مُڑ کر دیکھا تو وہ اپنے پورے زور سے گھر کی طرف دوڑے جا رہا تھا۔ بے چارہ مومن! جب دودِلا اُس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا تو اُس نے اپنے آپ کو بالکل تنہا محسوس کیا۔ تو بھی وہ کہتا رہا، "مَیں بادشاہ کے ہاں ضرور جاؤں گا۔"

اُس نے ایک بار پھر کوشش کی کہ دلدل سے نکلے لیکن بے سود۔ جب وہ بالکل ہمت ہار چکا تھا تو اُسے اچانک ایک آواز سُنائی دی، ”صبر کرو! مَیں تمہاری مدد کو آ رہا ہوں۔“

مدد

جب یہ دوستانہ آواز سُنائی دی تو مومن دل کھول کر رونے کو تھا۔ وہ قریب قریب اِس نتیجے تک پہنچ گیا تھا کہ مبشّر کی تمام باتیں غلط ہیں، کہ بادشاہ کو ذرا بھی پروا نہیں کہ راستے پر سفر کرنے والے اُس کے خوب صورت شہر کو پہنچیں۔

اُس نے سوچا، ”مَیں اِتنا چھوٹا اور کم عقل ہوں کہ خیریت سے میدان کو بھی پار نہیں کر سکتا۔ اُس وقت کیا کروں گا جب اونچے پہاڑ کی چڑھائی چڑھنی پڑے گی یا کسی گہرے دریا کو پار کرنا پڑے گا؟“

لیکن عین اُسی وقت مدد نامی ایک لڑکا جو بادشاہ کے خادموں میں سے تھا، اُس دلدل کے نزدیک پہنچ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ مومن دلدل میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ مدد بڑا ہمدرد لڑکا تھا۔ وہ لپک کر کنارے پر پہنچا تاکہ کسی نہ کسی طرح لڑکے کی مدد کرے۔

وہ پوچھنے لگا، "تم اِس میں کیسے گِر پڑے؟"

"مبشّر نے کہا تھا کہ دروازے پر پہنچ جاؤ لیکن مَیں دلدل کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا،" مومن نے نحیف آواز میں جواب دیا۔

"کیا تم نے دلدل کو پار کرنے کے لئے رکھے ہوئے پتھر دکھائی نہیں دیئے؟"

"نہیں، مَیں تو دودِلا کے ساتھ باتوں میں مشغول تھا اور ہم راستے پر غور ہی نہیں کر رہے تھے۔"

"یہ تمہاری نادانی تھی۔ دودِلا کہاں ہے؟"

"وہ نکل تو گیا، لیکن اُس نے اپنے گھر کی راہ لی اور مجھے بچانے کی کوشش بھی نہ کی۔"

"اچھا! اب ڈرو مت۔ مَیں ایک منٹ میں تمہارے پاس پہنچتا ہوں۔ بادشاہ ہمیشہ تمہاری نگہبانی کرے گا۔ ویسے مَیں حیران تھا جب اُس نے مجھے آج اِس طرف بھیج دیا۔ اُسے معلوم تھا کہ تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑے گی۔ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنا پاؤں یہاں رکھو۔ اب تم محفوظ ہو۔"

مومن کھڑا کانپ رہا تھا۔ اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ کہنے لگا، ”تم کتنے مہربان ہو۔ مَیں خود تو کبھی نہ نکل سکتا۔“

مدد نے جواب میں کہا، ”ہاں! مجھے بھی لگتا ہے کہ تم اپنی طاقت سے نہیں نکل سکتے تھے۔ کیا تم آسمانی شہر کو جا رہے ہو؟“

”ارادہ تو ہے۔ لیکن ڈرتا ہوں کہ میرے لئے راہ کٹھن ہو گی۔ شاید میرے لئے یہی اچھا ہے کہ بڑا ہونے تک انتظار کروں۔“

”نہیں، انتظار کی ضرورت نہیں۔ بادشاہ تمہاری نگہبانی کرے گا۔ جب بھی تمہیں مدد کی ضرورت ہو گی وہ کسی نہ کسی کو ضرور بھیج دے گا۔“

مومن نے سوال کیا، "پکی بات ہے؟ مَیں تو صرف بچّہ ہوں، اور ویسے تو لوگوں کا کہنا ہے کہ مَیں بھولا بھالا ہوں۔"

"لوگوں کے کہنے کی پروا نہ کرو۔ اگر تمہیں بادشاہ سے ملنے کا اشتیاق ہے تو تم صحیح سلامت رہو گے۔ یوں تو شاید تمہیں راستہ لمبا اور سخت معلوم ہو لیکن اگر ہمت کرو گے اور چلتے رہو گے تو آخر کار شہر کو پہنچ جاؤ گے۔ وہاں تمہاری تمام تکلیفیں دُور ہو جائیں گی۔ بادشاہ سے مل کر تمہیں بڑی خوشی ہو گی۔"

مدد نے اِتنی ہمدردی سے مومن کے ساتھ بات کی کہ اُس کا سارا ڈر جاتا رہا۔ وہ بڑی آزادی سے اُس کے ساتھ بات کرنے لگا۔ "تمہارا کیا خیال ہے، کیا مجھے آسمانی شہر میں میری امی مل جائیں گی؟ کیا وہ بادشاہ کے پاس ہیں؟"

"جب وہ گئی تھیں تو اُس وقت مَیں بچّہ ہی تھا۔ تو اُن کی شکل و صورت مجھے یاد نہیں، لیکن اُن کی تصویر ہمارے گھر میں پڑی ہے۔ اِس لئے اگر مَیں اُنہیں دیکھ لوں تو ضرور پہچان لوں گا۔ وہ تصویر میں بڑی پیاری اور مہربان دکھائی دیتی ہیں۔"

مدد کہنے لگا، "بے شک بادشاہ نے اُنہیں بتا دیا ہو گا کہ تم شہر کو آ رہے ہو۔ وہ ضرور تمہارا انتظار کر رہی ہو گی۔"

مدد زمین پر گھٹنے ٹیکے گھاس کے تنکوں کے ساتھ مومن کے کپڑوں پر لگی ہوئی کیچڑ صاف کرنے لگا۔ پھر وہ کھڑا ہو کر کہنے لگا، "تم نے اپنے کپڑوں کو بہت گندہ کر دیا ہے۔ لیکن شہر میں پہنچنے سے پیشتر تمہیں نئے کپڑے عطا کیے جائیں گے۔ دروازے کی روشنی پر نظریں جمائے رکھو اور جتنا بھی ہو سکے تیز تیز چلو تا کہ وہاں جلد از جلد پہنچ جاؤ۔ خُدا حافظ۔ یاد رکھنا، بادشاہ تمہارا نگہبان ہے۔"

مومن نے پوچھا، "لیکن ایک بات بتاؤ۔ کیا تم خود بھی کبھی اُس شہر میں گئے ہو؟"

"نہیں۔ مَیں ایک بار اُس کے پھاٹکوں کے بالکل قریب پہنچ گیا، لیکن اُس وقت بادشاہ نے میرے ذمے کچھ کام لگا دیا۔ جب تک وہ کام ختم نہ ہو مَیں شہر نہیں جا سکتا۔"

"وہاں پہنچنے میں مجھے کتنا عرصہ لگے گا؟"

”یہ تو مَیں بتا نہیں سکتا، کیونکہ کچھ لوگوں کے لئے یہ راستہ دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ لمبا ہے۔ لیکن اگر تمہیں بادشاہ سے سچ مچ محبت ہے اور تم اُس کے فرماں بردار ہو تو وہ عین وقت پر تمہیں شہر میں پہنچا دے گا۔ اب مَیں جاتا ہوں۔ اب سے اگر تمہیں خطرہ ہو، تو بادشاہ سے فریاد کرنا، وہ ضرور تمہاری سُنے گا۔“

دُنیا دار

برباد نگر سے تھوڑی ہی دُور ایک پہاڑ تھا۔ پہاڑ کے اُس طرف ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ اِس گاؤں میں کچھ ایسے لوگ رہتے تھے جو اپنے آپ کو بادشاہ کے خادم بتاتے تھے۔ وہ ظاہر کرتے تھے کہ ہمیں بادشاہ سے بے پناہ محبت ہے، ہم اُس کے فرماں بردار ہیں۔لیکن سوائے اپنے عیش و آرام کے اُن کا اَور کسی چیز سے سروکار نہ تھا۔ اجنبیوں کی باتیں سُن کر وہ برباد نگر میں رہنے سے ڈر کر چلے گئے تھے۔ لیکن ساتھ ہی وہ بادشاہ کے ملک میں پہنچنے کی تکلیف نہیں سہنا چاہتے تھے۔ اِسی لئے اُنہوں نے پہاڑ کے اُس طرف اپنے مکان بنا لئے تھے، اور وہیں پر اُن کے کھیت اور باغ بھی تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ وہاں ہم بالکل محفوظ ہیں۔

اب ایسا ہوا کہ جس دن مومن شہر سے نکلا تھا اُسی دن اِس گاؤں کا ایک لڑکا جس کا نام دُنیا دار تھا وہاں سے گزر رہا تھا۔ دُنیا دار کی مومن سے تھوڑی بہت جان پہچان تھی، کیونکہ اُس گاؤں کے لوگ اکثر شہر میں اپنے پُرانے عزیزوں سے ملنے جاتے تھے۔ مومن کو دیکھ کر وہ حیران ہو گیا کہ وہ اپنے گھر سے اِتنی دُور کیا کر رہا ہے۔

دُنیادار کہنے لگا، "مومن! تم کہاں؟ تم تو شہر سے بہت دُور نکل آئے ہو!"

دُنیادار لمبا اور خوب صورت لڑکا تھا، اور مومن کو خوشی ہوئی کہ دُنیا دار نے اُسے پہچان لیا ہے۔ اُس نے جواب دیا، "مَیں اُس دروازے کی طرف جا رہا ہوں"

"اُس دروازے کی طرف! لیکن کس لئے؟"

"اپنے بوجھ سے چھٹکارا پانے کے لئے۔"

دُنیا دار نے جواب میں کہا، "سچ مچ یہ بوجھ بڑے تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ ہر آدمی کو بوجھ محسوس نہیں ہوتا۔ لیکن جب بھی اِس کا احساس ہو جاتا ہے تو کسی طرح چَین نہیں ملتا۔"

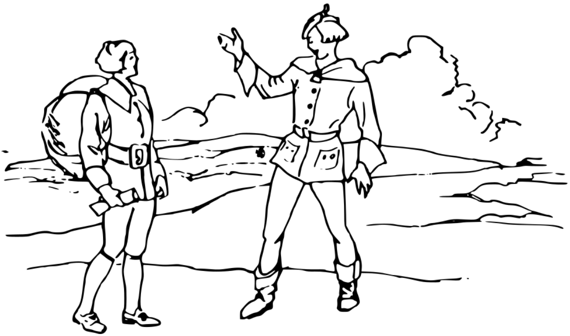

دُنیا دار کو اِس طرح باتیں کرتے سُن کر مومن کو بڑا تعجب ہوا۔ کیونکہ شہر کے لڑکے لڑکیاں اِس بات پر اُس کا مذاق اُڑا کر کہتے تھے کہ تمہارے دماغ میں خلل ہے، اِس بوجھ کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔

مومن کہنے لگا، ”ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے زیادہ دُور تک یہ بوجھ اُٹھانا نہ پڑے گا۔ مَیں دروازے تک بڑی جلدی پہنچنا چاہتا ہوں۔“

دُنیادار بولا، ”لیکن کس نے تمہیں وہاں جانے کے لئے کہا تھا؟“

”میری مُلاقات ایک بڑے ہمدرد انسان بنام مبشّر سے ہوئی۔ اُسی نے مجھے وہاں جانے کی راہنمائی کی۔“

یہ سُن کر دُنیا دار ہنس پڑا، "وہ ہمدرد تو ہو گا، لیکن ہے بڑا بے وقوف۔ مَیں اُسے خوب جانتا ہوں۔ مومن! غور کرو۔ مَیں تمہیں اِس بوجھ سے چھٹکارا پانے کا اِس سے بھی اچھا طریقہ بتا سکتا ہوں۔ ایسے لمبے سفر پر جانے کی تکلیف مت اُٹھاؤ۔ ہاں، مَیں جانتا ہوں کہ مبشّر نے تمہیں کیا بتایا ہو گا۔ وہ ہر ایک آدمی سے یہی باتیں کہتا ہے۔ تُم تو اُس بھیانک دلدل سے گزرے ہی ہو گے۔ اب جان لو کہ اگر تم نے دروازے کو طے کیا تو آگے اُس سے بھی زیادہ بھیانک تکلیفیں اُٹھانی ہوں گی۔ راستے میں وحشی درندے اور ہر قسم کے خطرے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ تم بھوک اور تھکن سے نڈھال ہو کر اپنے آپ ہی مر جاؤ گے۔"

مومن نے آہ بھر کر کہا، "میرا بوجھ تو اِتنا بھاری ہے کہ مجھے اِس سے ضرور چھٹکارا پانا ہے۔ اور مبشّر کا کہنا ہے کہ اِس کا بس یہی ایک طریقہ ہے۔"

دُنیادار نے جواب دیا، "اچھا! تمہاری مرضی۔ لیکن میرے خیال میں یہ بے وقوفی ہے۔ تمہیں کس نے بتایا کہ تمہارا کوئی بوجھ ہے بھی یا نہیں؟"

"بادشاہ کی کتاب میں لکھا ہے کہ ہر انسان کا ایک بوجھ ہوتا ہے۔"

"لو، مجھے سیدھا پتہ چلا کہ تُم نے اُسی کتاب میں پڑھا ہے۔ وہ کتاب سنجیدہ اور بڑے بُزرگوں کے لئے تو اچھی ہے، لیکن تم جیسے بچّے تو اُسے سمجھ ہی نہیں سکتے۔ تم اُسے پڑھ تو سکتے ہو، لیکن اُس کے معنی سمجھنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ اِسی لئے تمہارے دل میں ہر قسم کی فضول باتیں اُبھرنے لگی ہیں۔ آؤ، مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔ برباد نگر کی طرف تو تم واپس نہیں جا سکتے، کیونکہ وہاں تمہیں ڈر لگتا ہے۔ ویسے بھی وہ رہنے کے قابل نہیں رہا۔ اگر تمہاری جگہ مَیں ہوتا تو مَیں پہاڑ کے پار ہوتا ہوا گاؤں چلا جاتا۔ جو پہلا مکان تمہیں ملے گا اُس میں میرے چند ایک دوست رہتے ہیں، اور اگر تم اُن سے کہہ دو کہ مَیں نے تمہیں بھیجا ہے تو وہ تمہیں اپنے گھر لے جا کر ہر طرح سے خاطر داری کریں گے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد تم بالکل بھول جاؤ گے کہ تمہارا کوئی بوجھ تھا بھی یا نہیں۔ تمہیں اُس کا خیال تک بھی نہیں رہے گا۔"

مومن شک و شُبہ میں پڑ گیا۔ دُنیا دار کا لب و لہجہ اِتنا ہمدردانہ تھا کہ اُس کی باتوں پر کوئی شک بھی نہیں کرسکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر مَیں اپنے پُرانے وطن کے نزدیک ہی آباد ہوا۔ اِس صورت میں کبھی کبھی بی مومنہ اور دیگر ہم جولیوں سے بھی ملاقات ہوسکتی ہے۔

بات کو جاری رکھتے ہوئے دُنیا دار نے کہا، "مجھ سے بہتر مشورہ تمہیں کوئی اَور نہیں دے گا۔ مبشّر کی باتوں کو تو جانے دو۔ راستہ پہاڑ کے دامن سے ہوتا ہوا جاتا ہے۔ مکان تمہیں بڑی آسانی سے مل جائے گا، کیونکہ سب سے پہلا مکان وہی ہے۔"

پھر وہ جیب میں ہاتھ ڈالے چل دیا جبکہ مومن بادشاہ اور اُس کا پیغام بھول گیا۔ وہ دروازے کا راستہ چھوڑ کر پہاڑ کے پار گاؤں کی طرف چل پڑا۔

غلط راہ پر

مومن بڑی تیزی سے گاؤں کی طرف چلنے لگا، لیکن جلد ہی وہ تھک گیا۔ چلتے چلتے اُس کا بوجھ اِتنا بھاری ہوتا گیا کہ وہ اُس کے نیچے دبنے لگا۔ جب وہ پہاڑ کے دامن میں پہنچا تو اِس قدر تھک چکا تھا کہ مشکل ہی سے آگے چل سکتا تھا۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا مَیں کبھی دُنیا دار کے دوستوں کے پاس پہنچوں گا بھی یا نہیں؟

لیکن جب وہ سڑک کے اُس موڑ پر پہنچا جہاں سے پہاڑ کے دامن میں راستہ جاتا تھا تو اُسے اپنے بوجھ کا خیال ہی نہ رہا۔ کیونکہ اُس راستے سے زیادہ خطرناک چیز اُس نے کبھی دیکھی نہیں تھی۔ سڑک کے اوپر چٹانیں یوں جُھکی ہوئی تھیں کہ لگتا تھا کہ ابھی ابھی گرنے والی ہیں۔

مومن تھوڑا سا راستہ تو چلتا گیا، لیکن جلد ہی اِتنا خوفزدہ ہو گیا کہ آگے قدم اُٹھانا مشکل ہو گیا۔ اُسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے چٹانوں کے بیچ

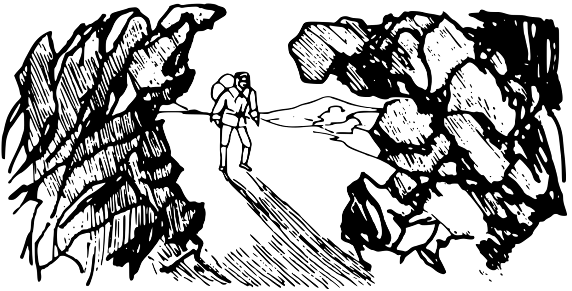

میں سے شعلے اُٹھ رہے ہوں۔ وہ خوف سے کانپ کر سسکیاں بھرنے لگا، "کاش مَیں اِس طرف نہ آیا ہوتا! اب کروں تو کیا کروں؟"

عین اُسی وقت ایک آدمی دکھائی دیا۔ جب وہ نزدیک پہنچا تو مومن نے اُسے پہچان لیا۔ مبشّر تھا۔ لیکن اِس وقت اُس کے چہرے پر مُسکراہٹ نہیں تھی۔ یہ دیکھ کر مومن نہایت شرمندہ ہوا، اور وہ چاہتا تھا کہ چٹانیں گر کر اُسے اُس کے دوست کی نظر سے چھپا دیں۔ کتنی شرم کی بات تھی کہ اُس نے اُس کی نصیحت پر عمل نہیں کیا تھا۔

مُبشّر نے پوچھا، "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" لیکن مومن کا سر شرم سے جھک گیا، اور اُس سے کوئی جواب نہ بن پایا۔

"کیا تم ہی وہ لڑکے نہیں جسے مَیں نے برباد نگر سے باہر روتے ہوئے دیکھا تھا؟"

مومن بسورتے ہوئے بولا، "جی ہاں۔"

"کیا مَیں نے تمہیں دروازے کا راستہ نہیں بتایا تھا؟"

"ہاں۔"

"پھر تم یہاں کیسے پہنچ گئے؟ یہ تو دروازے کا راستہ ہے ہی نہیں!"

مومن نے روتے ہوئے کہا، "مَیں اِدھر آنا تو نہیں چاہتا تھا، لیکن ایک لڑکا مجھ سے ملا جس نے مجھے بتایا کہ مَیں گاؤں میں اپنے بوجھ سے چھٹکارا پا سکتا ہوں۔ مَیں بہت تھکا ہوا تھا اِس لئے چاہتا تھا کہ مجھے بوجھ سے جلد چھٹکارا مل جائے۔لیکن یہ چٹانیں ضرور مجھ پر گر پڑیں گی۔ مَیں بہت ڈرا ہوا ہوں۔"

مبشّر بولا، "میری بات سُنو! بادشاہ نے مجھے تمہارے پاس آسمانی شہر کا حال بتانے کو بھیجا تھا۔ اُس نے تم سے وعدہ بھی کر رکھا ہے کہ وہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارا نگہبان ہو گا۔ یاد ہے جب تم دلدل میں گرے تھے تو اُسی نے تم کو باہر نکالنے کے لئے مدد کو بھیجا تھا۔تم نے

اپنی کتاب میں بھی پڑھا ہو گا کہ وہ ہر وقت اُن کا نگہبان رہتا ہے جو اُس پر بھروسا رکھتے ہیں۔ تم دُنیا دار کی باتوں کا یقین کرکے راہِ راست سے کیوں ہٹے؟"

اب مومن پھوٹ پھوٹ رونے لگا۔ مبشّر نے بڑے پیار سے اپنا ہاتھ اُس کے سر پر رکھا اور کہا، "تم نے بادشاہ کو بہت ہی رنجیدہ کیا ہے۔ لیکن اگر تمھیں اپنے کیئے پر دِلی افسوس ہے تو وہ تمھیں معاف کرے گا۔"

مومن چِلا اُٹھا، "مَیں اب کبھی نافرمانی نہیں کروں گا۔ سچ مچ مجھے بہت افسوس ہے۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ بادشاہ مجھے معاف کر دے گا؟"

"بادشاہ تو تمھیں ہمیشہ اپنے بیٹے کی خاطر معاف کرے گا۔"

"اور کیا مَیں اب بھی دروازے کو جا سکوں گا، کہیں اُس کا پہرے دار مجھے وہاں سے واپس نہ کر دے؟"

"بادشاہ تو اُسے کسی بھی کو واپس بھیجنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تم صرف کھٹکھٹانا تو وہ تمھارے لئے دروازہ کھول دے گا۔ میرا ہاتھ پکڑو۔ مَیں تمھیں پہاڑ کے اُس طرف پہنچا دوں گا۔"

مومن نے اپنے آنسو پونچھے اور مبشّر کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر بڑا خوش ہوا اور واپس کھیتوں کے راستے پر ہو لیا۔ پہاڑ کی بھیانک چٹانیں پیچھے رہ گئیں اور دروازے کے اُوپر کی روشنی صاف دکھائی دینے لگی۔

مبشّر بولا، ”اگر تم جلدی کرو تو اندھیرا ہونے سے پہلے ہی دروازے پر پہنچ جاؤ گے۔ وہاں تم صبح تک آرام سے ٹھہر سکتے ہو۔“

پھر اُس نے مومن کو پیار کیا اور مُسکراتے ہوئے الوداع کہا۔

مومن ایک مرتبہ پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

تنگ دروازہ

سورج ابھی غروب ہو ہی رہا تھا کہ مومن دروازے پر پہنچ گیا۔ وہ تیز تیز چلتا گیا، کیونکہ وہ اندھیرا ہونے سے پہلے کھیتوں سے نکل جانا چاہتا تھا۔ اب وہ بہت تھک چکا تھا، لیکن دروازے کے قریب پہنچ کر اُسے بڑی خوشی ہوئی۔

دروازہ نہایت ہی خوب صورت تھا۔ اُس کی چوکھٹیں پتھروں سے بنی ہوئی تھیں۔ دروازے کے اوپر ایک بتّی لٹک رہی تھی۔ اُس بتّی کی روشنی میں اِس قدر چمک تھی کہ تیز دھوپ میں بھی اُس کی روشنی صاف دکھائی دیتی تھی۔ دروازے کے اُوپر چند الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ مومن رُک گیا۔ اُس نے پڑھا، "کھٹکھٹاتے رہو تو تمہارے لئے دروازہ کھول دیا جائے گا۔"

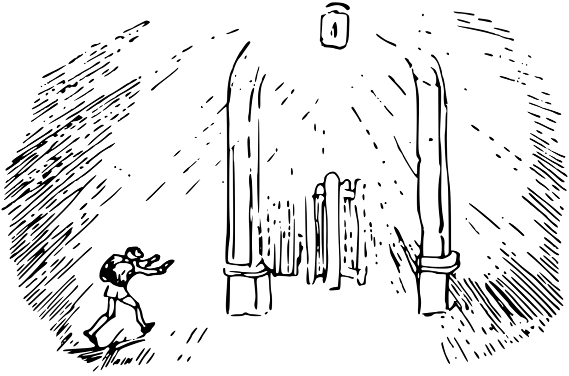

مومن کے ذہن میں آیا کہ مبشّر نے بھی یہی کہا تھا، اور اُس نے دروازے کو کھٹکھٹانا شروع کیا۔ اُس نے کان لگائے لیکن کسی کے آنے کی آواز سُنائی نہیں دے رہی تھی۔ اُس نے دروازے کو پھر سے کھٹکھٹایا تو کچھ دیر کے بعد ایک آدمی نے دروازہ کھولا۔ وہ مبشّر سے ملتا جلتا تھا۔ اُس نے بھی مُبشّر کی طرح ایک لمبا چوغہ پہنا ہوا تھا۔ اُس کا چہرہ شریف اور پُر سکون تھا۔ وہ مومن کو دیکھ کر مُسکرایا اور کہنے لگا، ”بیٹے، تم کون ہو؟“

لڑکے نے جواب دیا، ”مَیں مومن ہوں۔ اجازت ہو تو اندر آ جاؤں۔“

پہرے دار کا نام خیرخواہ تھا۔ اُس نے سوال کیا، "کیا تم برباد نگر سے آئے ہو؟"

"جی، جناب! اور مَیں بادشاہ کے ہاں جانا چاہتا ہوں۔"

تب خیرخواہ نے دروازہ کھول دیا اور مومن کا ہاتھ پکڑ کر اُسے جلدی سے اندر کھینچ لیا۔

مومن نے پوچھا، "آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

خیرخواہ نے جواب دیا، "شریر سردار کا قلعہ اِس دروازے کے قریب ہی ہے۔ جب وہ دیکھتا ہے کہ کوئی اپنا وطن چھوڑ کر بادشاہ کے دروازے میں داخل ہو رہا ہے تو وہ اپنے سپاہیوں کو حُکم دیتا ہے کہ وہ اُس پر تیر برسائیں۔"

مومن نے باہر کی طرف دیکھا تو اُسے بہت سارے تیر زمین پر بکھرے ہوئے دکھائی دیئے۔ جب خیرخواہ نے کواڑ بند کر دیئے تو مومن بہت خوش ہوا۔ کہنے لگا، "اب تو مَیں محفوظ ہوں۔"

خیرخواہ اُسے اپنے گھر لے گیا۔ اُس کا مکان دروازے کے سامنے ہی تھا۔ ”تم آرام کرو۔ مَیں تمہارے لئے کھانا لے کر آتا ہوں۔ اور ہاں تمہیں دروازے کا راستہ کس نے بتایا؟“

مومن نے جواب دیا، ”مبشّر نے، اور وہ کہتا تھا کہ آگے کا راستہ مجھے آپ بتائیں گے۔“

”ہاں، وہ تو مَیں بتاؤں گا۔ لیکن اکیلے کیسے آئے؟ کیا تمہارے ماں باپ نہیں ہیں؟“

"میری امی تو بادشاہ کے ہاں ہیں، اور میرے والد اِتنے مصروف ہیں کہ وہ سفر کے لئے وقت نہیں نکال سکتے۔ اِس لئے مَیں مجبوراً اکیلا ہی سفر پر نکلا ہوں۔"

"اگر تمہاری امی بادشاہ کے ہاں ہیں تو وہ اِسی دروازے سے گزری ہوں گی، اور تم اپنے راستے پر جاتے ہوئے اُن کا ذکر سُنتے جاؤ گے۔"

مومن نے شوق سے کہا، "کیا مجھے سچ مچ اُن کا پتہ مل جائے گا؟" اُس کی سب سے بڑی آرزو یہی تھی کہ کہیں اُسے اپنی پیاری امی کا کچھ پتہ چلے۔ "مدد نے وعدہ کیا تھا کہ بادشاہ میری امی کو خبر پہنچا دے گا کہ مَیں آ رہا ہوں اور کہ وہ میرے انتظار میں ہوں گی۔ ٹھیک ہے نا!"

"بالکل دُرست! ویسے تو جب تک تم آسمانی شہر میں نہ پہنچے تمہاری اُن سے ملاقات نہیں ہو سکے گی۔ لیکن وہ تمہیں کبھی کبھی دیکھ سکیں گی۔ کیا تم گھر سے سیدھے آ رہے ہو؟ کیا تمہیں لڑکوں نے بہکایا تو نہیں کہ تم بھی اُن کے ساتھ رہو؟"

"ضدی اور دودِلا تو میرے ساتھ روانہ ہوئے۔ ضدی تو جلد ہی ناراض ہو کر واپس چلا گیا جبکہ دودلا آسمانی شہر کو جانے کے لئے تیار تھا۔ لیکن

جب ہم دلدل میں پھنس گئے تو وہ ڈر گیا، اِس لئے واپس چلا گیا۔ مجھے بھی لگ رہا تھا کہ وہاں سے نکلنا مشکل ہے، لیکن عین وقت پر مدد آیا۔ اُس نے مجھ پر بڑی مہربانی کی۔"

"اور اُس کے بعد کیا ہوا؟"

مومن شرما کر کہنے لگا، "مَیں تو دودِلا سے بھی بدتر ہوں، کیونکہ جب میری ملاقات دُنیا دار سے ہوئی تو مَیں فوراً اُس کے جال میں اُلجھ کر گاؤں کی طرف مُڑ گیا۔ اُس طرف سڑک بڑی خطرناک ہے، اور لگتا تھا کہ مَیں چٹانوں کے نیچے دب جاؤں گا۔ لیکن مبشّر مجھے ڈھونڈ کر پھر صحیح راستے پر لے گیا۔"

"اور اب تم بادشاہ کے دروازے میں داخل ہو چکے ہو اور اُن بچّوں میں سے ایک ہو جو اُس شہر کی طرف جا رہے ہیں۔ آج رات تو تمہیں یہیں سونا ہے۔ کل مَیں تمہیں آسمانی شہر کا راستہ دکھاؤں گا۔"

ترجمان کے گھر میں

جب صبح ہوئی تو مومن سفر کے لئے تیار ہوا۔ خیرخواہ نے اُس کے ساتھ گھر سے نکل کر اُسے وہ تنگ راستہ دکھایا جو میدان میں سے نکل کر سیدھا جاتا تھا۔

مومن نے پوچھا، ”اگر مَیں کہیں ایسی جگہ پہنچوں جہاں دو راستے ہوں تو ایسی صورت میں مَیں کیا کروں؟“

خیرخواہ نے جواب دیا، ”شاہی راستہ ہمیشہ سیدھا ہی ہوتا ہے جبکہ جتنے بھی راستے اُس سے نکلتے ہیں وہ سب ٹیڑھے میڑھے ہوتے ہیں۔ غلط راستے عام طور پر چوڑے ہوتے ہیں جبکہ سیدھا راستہ تنگ ہوتا ہے۔ اگر تم دھیان رکھو گے تو کبھی نہیں بھٹکو گے۔“

مومن نے چلتے چلتے سوال کیا، ”کیا آپ میرا بوجھ اُتار سکتے ہیں؟ اگر یہ بوجھ نہ ہو تو میری رفتار بہت تیز ہو جائے گی۔“

خیرخواہ نے جواب دیا، "یہ تو مجھ سے نہیں ہو سکتا، لیکن جب تم صلیب کے پاس پہنچو گے تو یہ اپنے آپ ہی گر پڑے گا اور پھر کبھی بھی تمہیں نظر نہیں آئے گا۔"

مومن نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا، "اُس وقت مجھے کتنی خوشی ہو گی! جناب، مجھے بتائیں کہ اِس مکان کے علاوہ راستے میں کچھ اَور بھی مکان ہیں؟"

"ہاں ہیں نا۔ دوپہر کو تمہارا گزر ترجمان کے مکان سے ہو گا۔ وہ بڑا مہربان آدمی ہے۔ اگر تم نے اُس سے ملاقات کی تو وہ تمہیں بہت ہی نادر اور عُمدہ عُمدہ چیزیں دکھائے گا۔"

صبح کا ماحول بڑا خوش گوار تھا، اور مومن کو سفر کرنے میں بڑا مزہ آیا۔ پرندوں کا چہچہانا اِتنا سریلا تھا کہ اُس کا جی چاہتا تھا کہ خود بھی اُن کے ساتھ مل کر گانا شروع کر دے۔ ہَوا بھی تازی اور سُہانی تھی۔ اِس سے اُس کی برباد نگر والی ساری تھکاوٹ دُور ہو گئی۔ وہ خیال کرنے لگا، "یہاں کوئی تکلیف دینے والی چیز نہیں۔ دُنیا دار نے کتنا جھوٹ بولا کہ مَیں ڈر جاؤں گا۔"

چلتے چلتے وہ کچھ تھک گیا تو سوچنے لگا کہ کہیں تھوڑے عرصے کے لئے آرام کر لے۔ تب اُسے سڑک کے پار ایک کُشادہ مکان نظر آیا۔ اُسے یاد آیا کہ یہی ترجمان کا مکان ہو گا۔ وہ دروازے کے پاس جا کر اُسے کھٹکھٹانے لگا۔ ایک نوکر نے باہر آ کر پوچھا، "کیا بات ہے؟"

اُس نے کہا، "مَیں مسافر ہوں، اور شاہی شہر کو جا رہا ہوں۔ کل رات مَیں نے تنگ دروازے کے پاس گزاری۔ وہاں کا بندہ خیرخواہ نے مجھے بتایا کہ مالکِ مکان اُس کا دوست ہے۔ کیا میری اُس سے ملاقات ہو سکتی ہے؟"

نوکر نے جا کر مالک کو اطلاع دی تو ترجمان باہر نکل آیا۔ دراز قد اور عمر رسیدہ تھا، اور اُس کی ڈاڑھی سفید تھی۔ مومن نے محسوس کیا کہ وہ بہت دانا ہے۔ اُس نے لڑکے کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا، "بیٹے! مَیں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

مومن نے کہا، "اگر بُرا نہ مانیں تو مجھے اپنی چند ایک عُمدہ عُمدہ چیزیں دکھا دیں۔" یہ اُس نے رک رک کر کہا، کیونکہ اُسے ڈر تھا کہ ترجمان مجھ

جیسے چھوٹے مسافر کو دیکھ کر پتہ نہیں کیا کہے گا۔ پھر بات پوری کرتے ہوئے بولا، "مجھے خیرا خواہ نے بتایا تھا کہ آپ سے ملاقات کروں۔"

ترجمان مسکرا کر کہنے لگا، "خیرخواہ میرا دوست ہے۔ اندر آ جاؤ۔ مَیں تمہیں ایک ایسی چیز دکھاتا ہوں جو تمہیں ضرور پسند آئے گی۔"

وہ مومن کا ہاتھ پکڑ کر اُسے اندر لے گیا جہاں اُس کا نوکر اُس کا انتظار کر رہا تھا۔ ترجمان نے شمع دان منگوا کر ایک بڑا کمرا کھولا۔ کھڑکیوں پر پردے تھے، لیکن شمع دان کی روشنی سے تمام کمرا جگمگا اُٹھا۔ دروازے کے سامنے دیوار پر تصویر ٹنگی تھی۔ مومن خاموش کھڑا ہو کر اُسے حیرانی سے دیکھنے لگا۔

ایک آدمی کی تصویر تھی جو اِتنا خوب صورت تھا کہ مومن نے اُس جیسا کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ ایک پہاڑی راستے پر چڑھ رہا تھا۔ اُس کے اردگرد چٹانوں پر اونٹ کٹارے اور کانٹے دار جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں جن کے باعث کئی ایک جگہ سے اُس کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ نوکیلے پتھروں سے ٹھوکر لگنے سے اُس کے پاؤں سے خون بھی رِس رہا تھا۔ اُس کی بغل میں ایک چھوٹا سا لیلا تھا۔ لیلے کا سر تھکاوٹ

کے باعث اُس کے کندھوں پر رکھا ہوا تھا، اور وہ بڑی احسان مندی اور محبت بھری نظروں سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تصویر کے نیچے سنہری حرفوں میں یہ لکھا تھا:

"وہ بھیڑ کے بچوں کو اپنے بازوؤں میں محفوظ رکھ کر سینے کے ساتھ لگائے پھرے گا۔"

مومن نے پوچھا، "کیا یہ لیلا گُم ہو گیا تھا؟"

ترجمان نے جواب دیا، "ہاں گُم ہو گیا تھا بلکہ مرنے کے قریب تھا۔ دیکھتے نہیں وہ کتنا مردہ سا دکھائی دیتا ہے۔ اور دیکھو اُس کا اون بھی نُچا ہوا اور مَیلا ہے۔ لیکن اچھے چرواہے نے اُس کی فریاد سُنی اور جب تک اُسے ڈھونڈ نہیں لیا، دَم نہیں لیا۔ پھر وہ اُسے اپنے بازوؤں میں اُٹھا کر گھر لے گیا۔

مومن نے کہا، "یہ بڑا کٹھن راستہ لگ رہا ہے۔ پتھروں سے اُس کے پاؤں بھی زخمی ہو گئے ہیں۔"

"راستہ سچ مچ بڑا خطرناک تھا، لیکن اُس نے اِس کی پروا نہ کی، کیونکہ اُسے اپنے ننھے لیلے سے محبت تھی۔ مَیں نے یہ تصویر تمہیں سب

سے پہلے اِس لئے دکھائی ہے، کیونکہ یہ چرواہا ہمارے بادشاہ کا اپنا بیٹا ہے۔ اور جس طرح چرواہے کو اپنے گلّے سے محبت ہوتی ہے اُسی طرح اُسے اُن سب سے محبت ہے جو شاہی شہر کی طرف سفر کرتے ہیں۔ مسافر لیلوں کی مانند ہیں۔ جب بھی تم پر اُداسی چھائے یا دہشت آئے تو اُسی کا خیال کرنا اور یاد رکھنا کہ وہ تمہارا نگہبان ہے۔"

ترجمان کی طرف نظر اُٹھا کر مومن نے کہا، "مَیں آسمانی شہر جانے والا مسافر ہوں۔"

"اچھے چرواہے کے لیلے، اب مَیں تمہیں کچھ اَور دکھاتا ہوں۔"

ہَوَس، صبر اور بہادر سپاہی

مومن کا دل اچھے چرواہے کی تصویر کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ سوچنے لگا، ”مَیں اُسے کبھی بھول نہیں پاؤں گا۔ اچھا چرواہا تو میری امّی سے بھی خوب صورت ہے۔“

ترجُمان اُسے سیڑھیوں کے اوپر ایک خوب صورت کمرے میں لے گیا۔ یہ کمرا بچّوں کی تربیت گاہ معلوم ہوتی تھی۔ اِس میں دو لڑکے اپنی اپنی کرسی پر بیٹھے تھے۔ اُن میں سے ایک خاموش سا لیکن خوش دکھائی دے رہا تھا جبکہ دوسرا شور مچا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بڑا غُصیلا اور بے چَین ہے۔

ترجمان نے کہا، ”یہ دونوں لڑکے یہاں کچھ عرصے کے لئے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اِن میں سے جو چلّا رہا ہے اُس کا نام ہَوَس ہے۔ اُس کے بھائی کا نام صبر ہے۔“

مومن نے پوچھا، ”لیکن یہ ہَوس کیوں چِلا رہا ہے؟“

ترجمان نے جواب دیا، ”یہ لڑکا احمق ہے۔ آج بادشاہ کی طرف سے چند ایک عمدہ تحفے آرہے ہیں جن میں سے ہر ایک لڑکے کو اُس کا حصہ ملے گا۔ صبر تو انتظار کرنے کے لئے تیار ہے لیکن ہَوس ضد کر رہا ہے کہ اُسے ابھی چاہیئے۔ وہ وقت سے پہلے ہی اُن سے لُطف اُٹھانا چاہتا ہے۔“

اُسی وقت دروازہ کُھلا اور ایک آدمی کتابیں، کھلونے اور دیگر پیاری پیاری چیزیں اُٹھائے ہوئے داخل ہوا۔ اُس نے اُنہیں ہَوس کے سامنے میز پر رکھ دیا۔ ہَوس خوش ہوا اور چِلانا بند کرکے یہ چیزیں دیکھنے لگا۔ اُن میں سونے کے چمک دار سکّوں سے بھری ہوئی تھیلیاں بھی تھیں۔ ہَوس اُنہیں چھین کر صبر پر ہنسنے لگا۔ صبر بے چارے کے لئے کوئی بھی چیز نہ رہی۔

ترجمان نے کہا، ”اِس وقت تو ہَوس بڑا خوش ہے، لیکن چند دنوں کے اندر اندر اُس کی تمام پونجی ختم ہو جائے گی۔ اُس نے جو عمدہ چیزیں اُٹھائی ہیں وہ جلد ہی ٹوٹ پھوٹ جائیں گی جبکہ تحفہ بھیجنے

والے بادشاہ میں اُس کا کوئی حصہ نہ ہو گا۔ اُس وقت اُس کی یہ خواہش ہو گی کہ کاش مَیں نے صبر کی طرح انتظار کیا ہوتا!"

مومن نے پوچھا، "کیا بادشاہ کے تحفے اِن چیزوں سے بھی عمدہ ہوتے ہیں؟"

"کہیں عمدہ۔ وہ ایسے خزانے ہیں جو کبھی خراب نہیں ہوتے۔ صبر تو بڑا عقل مند ہے کہ وہ اُن کا انتظار کر رہا ہے۔"

مومن نے کہا، "ہَوَس تو ابھی ہنس رہا ہے۔ لیکن میرے خیال میں صبر ہی آخر میں سب سے عمدہ انعام پائے گا۔"

ترجمان نے جواب دیا، "یقیناً۔ یاد رکھو مَیں جو کچھ تمہیں دکھا رہا ہوں اِس سے مَیں تمہیں تعلیم دے رہا ہوں۔ یہاں یہ سیکھنا ہے کہ صرف وہ چیزیں اچھی ہوتی ہیں جو بادشاہ خود بھیجتا ہے۔ دوسری چیزوں کا لالچ کرنا فضول بلکہ نقصان دہ ہے۔ صرف بادشاہ ہی سمجھتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک کے لئے کون سی چیز اچھی ہے۔ وہ ہمیشہ ہمیں وہی چیز عطا کرتا ہے جس سے ہمیں حقیقی خوشی ہو۔ اگر ہمارا رویّہ ہَوَس کا سا ہو اور ہم اپنی من مانی کریں تو مایوس ہی رہیں گے۔"

اب ترجمان مومن کو مکان سے باہر لے گیا اور اپنے باغ میں سے ہوتا ہوا ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں پر اُنہیں ایک خوب صورت محل دکھائی دیتا تھا۔ یہ محل قریب ہی تھا، اور اُس کی چھت پر بے شمار لوگ ٹہل رہے تھے۔ اُن کا لباس سونے کی مانند چمک رہا تھا۔

مومن نے پوچھا، "کیا یہ بادشاہ کا محل ہے؟"

"ہے تو۔ لیکن ہر ایک کے لئے اِس میں داخل ہونا آسان نہیں۔"

مومن کو محل کے باہر بڑا ہجوم نظر آیا۔ لگتا تھا کہ ہر ایک محل میں داخل ہونا چاہتا تھا، لیکن ڈر کے مارے وہ جھجھک رہے تھے۔ تب اُس نے دیکھا کہ کچھ لوگ دروازے کے گرد ہتھیار لئے کھڑے ہیں۔ وہ بڑے ظالم لگ رہے تھے، اِس لئے باہر والوں میں اِتنا حوصلہ نہیں تھا کہ اُن کے پاس سے گُزریں۔ دروازے سے دُور ایک آدمی میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے سامنے ایک کتاب تھی جس میں وہ اُن لوگوں کے نام درج کر رہا تھا جو محل میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے۔

یہ دیکھ کر مومن کا جی چاہتا تھا کہ کوئی آدمی جرأت کر کے محل میں داخل ہو جائے۔ "بادشاہ اِن شریر سپاہیوں کو یہاں سے بھگا کیوں نہیں دیتا؟

اگر وہ اِنہیں یہاں سے بھگا دے تو تمام لوگ محل میں داخل ہوسکیں گے۔"

ترجمان نے جواب دیا، "وہ تو یہ آسانی سے کرسکتا ہے، لیکن وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کتنے لوگوں کو محل میں داخل ہونے کی سچ مچ خواہش ہے۔ جو لوگ بادشاہ سے دل سے محبت کرتے ہیں، اُنہیں سپاہیوں سے کوئی ڈر نہیں ہوتا۔ چلو کچھ دیر ہم انتظار کرتے ہیں۔ دیکھنا کوئی نہ کوئی تو ضرور داخل ہو جائے گا۔"

دونوں گھاس پر بیٹھ گئے، اور مومن لوگوں کو دیکھنے لگا۔ تب ہجوم میں سے ایک آدمی نکل کر دروازے کے پاس کی میز پر پہنچا۔ اُس کا نام کتاب میں درج ہوا۔ پھر اُس نے زِرہ باندھی اور تلوار نکال کر سپاہیوں پر حملہ کیا۔ وہ کافی دیر تک اُن سے لڑتا رہا، اور مومن کو لگا کہ مارا ہی جائے گا۔لیکن کافی زخمی ہونے کے باوجود بھی وہ آخرکار محل میں داخل ہوا۔ تب چھت کے تمام لوگوں نے گانا شروع کر دیا:

"اندر آؤ۔ اندر آؤ
اَبدی جلال تم حاصل کرو گے۔"

مومن مُسکرایا، ”تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں ڈرنا نہیں چاہیئے، کیونکہ بادشاہ ہماری مدد کرے گا اور حفاظت سے اپنے شہر میں لے جائے گا۔“

ترجمان کہنے لگا، ”ہاں۔ مجھے یقین تھا کہ تم خود ہی سمجھ جاؤ گے۔ آج تو تم نے بہت کچھ دیکھ لیا ہے۔ ابھی ہمیں تمہارے لئے بِستر کا بندوبست کرنا ہے تاکہ آرام کرسکو۔ کل اپنے سفر پر روانہ ہو جانا۔“

نجات پہاڑی

اُس رات مومن بڑے آرام کی نیند سویا۔ صبح اُس نے اپنے مہربان دوست کو الوداع کہا۔

ترجمان کے مکان کی دوسری طرف شاہی شہر پہنچانے والا راستہ تلاش کرنا آسان تھا، کیونکہ سڑک کے دونوں طرف اونچی دیواریں بنی ہوئیں تھیں۔ مومن نے سوچا، ”اب سے میرا سفر اِتنا مشکل نہیں رہے گا۔“

لیکن ترجمان بولا، ”آسمانی شہر کے تمام راستے پر دیوار نہیں ہوتی۔ جو بھی ہو، سیدھے راستے پر چلتے رہنا اور جب تک تم ایسا کرتے رہو گے، محفوظ رہو گے۔“

ترجمان کی موجودگی میں مومن اپنا بوجھ بھول چکا تھا۔ لیکن جوں ہی اُس نے چلنا شروع کیا اور سورج کی گرمی زیادہ ہوتی گئی تو اُسے پھر

بوجھ محسوس ہونے لگا۔ دل کرتا تھا کہ اِس سے جلد چھٹکارا پائے۔ وہ سوچنے لگا، "خیرخواہ نے کہا تھا کہ صلیب کے پاس یہ بوجھ اُتر جائے گا۔ نہ جانے صلیب یہاں سے کتنی دُور ہو گی؟"

اُسی وقت وہ ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں سڑک کے کنارے پہاڑی سی تھی۔ اُس پہاڑی پر اُسے وہ چیز دکھائی دی جس کا وہ بڑی شدت سے خواہش مند تھا، یعنی صلیب۔ جب مومن اُس طرف جانے والی پگڈنڈی پر چڑھنے لگا تو اُسے محسوس ہوا کہ جس رسی سے بوجھ بندھا ہوا ہے وہ ٹوٹ رہی ہے۔ یکایک بوجھ اُس کے کندھوں سے گر گیا اور لُڑھکتا ہوا پہاڑی کی تہہ میں جا پہنچا۔ جب اُس نے مُڑ کر دیکھا تو وہ نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

پہلے اُسے یقین ہی نہ آیا کہ یہ ظالم بوجھ جاتا رہا ہے۔ پھر وہ سوچنے لگا، ”کہیں ایسا تو نہیں کہ مَیں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔“ وہ کچھ دیر تک یوں ہی جھجھکتا رہا۔ اُس نے اپنی آنکھیں مَلیں، لیکن بوجھ واپس نہ آیا۔ پرندے چہچہا رہے تھے اور سورج آب و تاب سے صلیب پر چمک رہا تھا۔ آخر میں اُسے یقین ہوا کہ مَیں سویا ہوا نہیں ہوں بلکہ بادشاہ نے ہمیشہ کے لئے میرے کندھوں سے بوجھ کو اُتار دیا ہے۔

مومن خوشی سے للکارا، ”اب تو مَیں جتنا بھی چاہوں تیز چل سکتا ہوں۔“ وہ شُکرگزاری سے بھرے ہوئے دل کے ساتھ صلیب پر نظریں جمائے ہوئے رُکا رہا۔

مومن اپنی کتاب میں پڑھ چکا تھا کہ ایک مرتبہ بادشاہ کا اپنا بیٹا مومن کے وطن میں آیا تھا۔ گو وہ ہر ایک سے ہمدردی اور نیکی کے ساتھ پیش آیا، پھر بھی اکثر لوگوں کو اُس سے نفرت تھی۔ آخرکار اُنہوں نے اُسے پکڑ کر صلیب پر چڑھایا اور بے دردی سے مار ڈالا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ بادشاہ کی مرضی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ لوگ اپنی ہی طاقت سے اپنے گناہوں سے آزاد نہیں ہو سکتے اور اِس لئے سزائے موت کے لائق ہیں۔ پھر بھی بادشاہ کی انسان کے لئے محبت اِتنی گہری تھی کہ اُس نے ایک نہایت مشکل قدم اُٹھایا۔ اُس نے اپنے بیٹے کو اُن کے پاس بھیج دیا۔ شہزادے سے ایک بھی گناہ نہیں ہوا تھا، لیکن اب اُس نے خود ہی وہ سزا برداشت کی جس کے لائق انسان تھا یعنی سزائے موت۔ یوں اُس نے لوگوں کو آسمانی شہر میں داخل ہونے کے قابل بنا دیا۔ بعد میں وہ معجزانہ طور پر جی اُٹھا۔ اب آسمانی شہر کی طرف جانے

والوں کا راستہ لازمی صلیب سے ہو کر جاتا تھا، کیونکہ صرف اُسی سے گناہوں کا بوجھ اُتر سکتا تھا، صرف اُسی کے وسیلے سے مسافر آسمانی شہر کے لئے پاک صاف ہو جاتا تھا۔

صلیب کے قریب کھڑے ہو کر مومن نے سوچا کہ بادشاہ کا بیٹا کتنا نیک ہے۔ اب مجھے سمجھ آئی ہے کہ مبشّر اور اجنبی مجھ سے اِتنی محبت کیوں کرتے ہیں، کہ وہ اُس کا ذکر کرنے سے کبھی اُکتاتے نہیں۔

وہ سوچنے لگا، "بے شک جب وہ میری طرح آسمانی شہر کے سفر پر تھے تو اُن کے کندھوں پر بھی بوجھ تھا۔ اِسی طرح جب وہ صلیب کے قریب آئے تو اُن کا بوجھ بھی اُتر گیا ہو گا۔ لیکن کاش لوگوں نے بادشاہ کے بیٹے کے ساتھ اِتنا ظلم نہ کیا ہوتا!" اُس نے صلیب کی طرف نظر ڈالی تو اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔

اُسی وقت اُسے پیچھے سے آواز سُنائی دی، "تُم پر سلامتی ہو۔" مومن نے جلدی سے مُڑ کر دیکھا تو اُسے تین لوگ پاس ہی کھڑے نظر آئے۔ اُنہوں نے بڑے چمکیلے لباس پہن رکھے تھے۔ جب مومن نے اُن کی

طرف دیکھا تو اُس کی آنکھیں کچھ اُس طرح چندھیا گئیں جیسے کہ سورج کی طرف دیکھ رہا ہو۔

اُس نے سوچا، "یہ لوگ اِتنے نورانی اور خوب صورت ہیں، یہ ضرور آسمانی شہر سے آئے ہوں گے۔"

اُن میں سے ایک کہنے لگا، "مومن، تم نے بادشاہ کو بہت بار ناراض کیا ہے۔ لیکن مَیں تمہیں یہ بتانے آیا ہوں کہ اُس نے تمہیں بالکل معاف کر دیا ہے۔ جو شرارتیں تم نے کی ہیں وہ کبھی یاد نہیں کی جائیں گی۔"

دوسرے نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہا، "تمہارے جسم کے سارے کپڑے پھٹے ہوئے اور مَیلے کچیلے ہیں۔ بادشاہ چاہتا ہے کہ مسافروں کے لباس صاف سُتھرے ہوں، اِس لئے مَیں تمہارے لئے ایک نئی پوشاک لایا ہوں۔" اِس سے پہلے کہ مومن کوئی جواب دیتا، اُس کے پُرانے کپڑے اُتار دیئے گئے اور وہ سفید لباس پہنے ہوئے کھڑا تھا۔

پھر تیسرے نے اُس کے ماتھے پر بادشاہ کا نشان لگا کر اُسے ایک پروانہ تھما دیا۔ اُس نے ہدایت دی، "تم سفر کرتے ہوئے اِسے پڑھتے

جاؤ اور پوری طرح محفوظ رکھو، کیونکہ آسمانی شہر کے پھاٹک پر تمہیں یہ پروانہ دکھانا پڑے گا۔"

اِس کے بعد تینوں نورانی ہستیاں چلی گئیں، جبکہ مومن خوشی مناتا رہا کہ بادشاہ نے مجھ پر اِتنی مہربانی فرمائی ہے۔

سوئے ہوئے لڑکے

مومن چلتے چلتے کتنا خوش تھا۔ وہ دل میں کہنے لگا، ”میرا بوجھ بھی اُتر گیا، اور بادشاہ نے مجھے یہ خوب صورت پوشاک بھی عطا کی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اِس سفر میں میرا بوجھ اُتر جائے گا تو مَیں نے کب کا سفر شروع کر دیا ہوتا۔“

پھر اُسے بی مومنہ یاد آئی، ”کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ میرے ساتھ نہیں آئی۔“ لیکن اُسے پتہ تھا کہ اُس کے لئے اِتنے لمبے سفر پر جانا بہت مشکل ہے، کیونکہ چھوٹی بہن کے علاوہ اُس کے تین بھائی بھی تھے، اور اُسے اُن سب کی دیکھ بھال کرنی پڑتی تھی۔

وہ سوچنے لگا، ”ہم باری باری چھوٹی بچی کو اُٹھا لیتے، لیکن پھر بھی اُس کے بھائی تھک جاتے۔ شہر پہنچ کر مَیں بادشاہ سے التجا کروں گا کہ

وہ کسی کو بچّوں کی مدد کرنے اُس کے پاس بھیج دے تاکہ وہ بھی یہاں آنے کی برکت پائے۔"

پھر وہ خیال کرنے لگا، "کیا میری امی نے بادشاہ کو بتایا کہ وہ برباد نگر میں ایک لڑکا چھوڑ آئی ہے؟ اور ہاں، کیا امّی کو علم ہے کہ میرا بوجھ اُتر چکا ہے اور کہ بادشاہ نے اُس کے مجھے اِتنے خوب صورت تحفے بھیجے ہیں؟"

جو لباس نورانی آدمی نے اُسے پہنایا تھا اُسے دیکھ کر وہ کہنے لگا، "یہ کتنا خوب صورت لباس ہے! یہ تو برف کی مانند سفید ہے، وہ میرے پرانے کپڑوں سے کتنا فرق ہے! یہ نہ تو گرم ہے اور نہ ہی بوجھل۔"

وہ اِن باتوں پر دھیان ہی دے رہا تھا کہ اُس کے عین سامنے تین لڑکے سڑک کے کنارے گھاس پر لیٹے دکھائی دیئے۔ جب اُس نے غور سے اُن پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ وہ گہری نیند میں سوئے ہوئے ہیں۔ ساتھ ساتھ اُن کے پاؤں لوہے کی بیڑیوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔

اُس دِن بڑی گرمی تھی، اور یہ نادان لڑکے راستے کو چھوڑ کر کچھ دیر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے تھے۔لیکن شریر سردار کے نوکر ہر وقت بے پروا مسافروں کی تاک میں رہتے ہیں۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ یہ لڑکے سوئے ہوئے ہیں تو اُنہوں نے جلدی سے اُن کے پاؤں باندھ دیئے تاکہ جب تک بادشاہ کسی کو مدد کے لئے نہ بھیجے وہ آسمانی شہر کی طرف ایک قدم بھی نہ بڑھا سکیں۔

مومن اِن لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑنا نہیں چاہتا تھا، اِس لئے اُس نے اُن کے قریب جا کر آواز دی، "اُٹھ بیٹھو، یہ جگہ سونے کے لئے مُناسب نہیں ہے! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ کسی نے تمہارے پاؤں باندھ دیئے ہیں؟"

اُن میں سادہ لوح نامی شخص نے آنکھیں کھولے بغیر جواب دیا، "کیا بات ہے؟ مجھے تو کوئی بھی خطرہ دکھائی نہیں دیتا! ارے ایک منٹ تو ہمیں آرام کرنے دو۔"

لیکن مومن بولا، "یقین کرو، تمہیں بڑا خطرہ لاحق ہے۔ جلدی کرو! مَیں اِن بیڑیوں کو کھولنے میں تمہاری مدد کروں گا۔"

سادہ لوح کے پاس ہی جو لڑکا لیٹا ہوا تھا اُس کا نام سُست تھا۔ وہ اُٹھ بیٹھا اور اپنی آنکھیں مَلنے لگا۔ اُس نے مومن کی طرف دیکھا لیکن اُس کی نصیحت پر توجہ نہ دی۔ کہنے لگا، "تم ہمیں کیوں مضطرب کرتے ہو؟ اب چلے جاؤ۔ مَیں تو آرام کرنے کے بعد ہی چلا جاؤں گا۔"

تیسرا لڑکا جس کا نام گھمنڈی تھا بول اُٹھا، "ہم تو اپنی مرضی سے چلتے ہیں۔ اگر ہم کسی خطرناک جگہ سو رہے ہیں تو یہ ہماری مرضی ہے۔ تمہیں اِس سے کیا؟ بھئی، تم اپنی راہ لو اور دوسروں کے ساتھ مت اُلجھو۔"

تب وہ دونوں سادہ لوح کے پہلو میں لیٹ گئے۔ چند ہی لمحوں میں سب کے سب دوبارہ گہری نیند سو گئے تھے۔

ایسے سُست لوگوں کی مدد کرنا بے کار تھا اِس لئے مومن آگے بڑھا۔ اُسے افسوس تھا کہ اُنہوں نے اُس کی نصیحت نہ مانی اور نہ ہی اِس بات کا یقین کیا کہ وہ شریر سردار کے قبضے میں ہیں۔

رسم پرست اور مُنافق

جب مومن کچھ آگے بڑھا تو اُس نے مُڑ کر پیچھے اُس جگہ کی طرف دیکھا جہاں تینوں لڑکے بے خبر سوئے ہوئے تھے، کہ شاید وہ اُٹھ بیٹھے ہوں اور لوہے کی بیڑیوں سے چھٹکارا پانے کے خواہاں ہوں۔ لیکن اُس نے اُن کا نام و نشان تک نہ دیکھا۔ ابھی وہ آگے بڑھنے والا ہی تھا کہ اُسے اپنے بائیں طرف شور سُنائی دینے لگا۔ اچانک دو لڑکے دیوار کو پھاندتے ہوئے نظر آئے۔ اُن کے نام رسم پرست اور مُنافق تھے۔

مومن نے اُن سے پوچھا، ”تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟“

رسم پرست اور مُنافق نے جواب دیا، ”ہم ملکِ تکبُر کے رہنے والے ہیں۔ لیکن اب بادشاہ کی ملاقات کے لئے آسمانی شہر کو جا رہے ہیں۔“

مومن نے حیرت سے پوچھا، ”لیکن کیا تمھیں معلوم نہیں کہ تنگ دروازے سے ہو کر آنا پڑتا ہے؟“

لڑکے چلّا اُٹھے، ”ارے وہ تو ہمارے ملک سے بہت ہی دُور ہے۔ ہم تو کھیتوں میں سے چھوٹا راستہ نکال کر دیوار پھاند کر آئے ہیں۔“

مومن کہنے لگا، ”میرے خیال میں تو تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ یہ طریقہ بادشاہ کو پسند نہیں ہو گا۔“

لڑکوں نے جواب دیا، ”تم اِس کی فکر نہ کرو۔ ہمارے ملک کے رہنے والے تنگ دروازے سے ہو کر نہیں جاتے۔ بڑی بات تو یہ ہے

کہ ہم راستے پر پہنچے ہیں۔ دیکھو! تم تنگ دروازے سے آئے ہو اور ہم دیوار پھاند کر، لیکن اِس وقت دونوں ایک ہی مقام پر ہیں۔"

مومن نے اعتراض کیا، "پھر بھی مجھے لگتا ہے کہ تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔"

وہ ہنس پڑے، "کتنی فضول باتیں کرتے ہو۔ تمہاری طرح ہم بھی تو آسمانی شہر جا رہے ہیں۔ فرق صرف اِتنا ہے کہ تمہارے کپڑے عُمدہ ہیں اور وہ بھی صرف اِس لئے کہ کسی نے یہ دیکھ کر کہ تمہارے پرانے کپڑے کسی سے ملنے کے لائق نہیں تمہیں یہ کپڑے دیئے ہوں گے۔"

لڑکوں نے بڑی بدتمیزی سے بات کی۔ مومن کا جی چاہا کہ اُنہیں اُسی انداز میں جواب دے، لیکن اُس نے کتاب میں پڑھا تھا کہ بادشاہ کے خادموں کو ہمیشہ نرمی سے پیش آنا چاہیئے۔ اِس لئے ایک منٹ خاموش رہ کر آہستہ سے بولا، "بات تو صحیح ہے۔ میرے تمام کپڑے خراب ہو کر پھٹ چکے تھے، اِس لئے بادشاہ نے یہ پوشاک مجھے خود دی ہے۔ یہ اُس کی بڑی مہربانی ہے۔ اور مَیں اِس لئے اُس کا بڑا شکرگزار ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ جب مَیں شہر میں داخل ہو

جاؤں گا تو وہ ضرور مجھے پہچان لے گا۔ نورانی آدمی نے میرے ماتھے پر بادشاہ کا نشان لگایا ہے، اور میرے پاس ایک پروانہ بھی ہے جسے مَیں اپنے سفر کے انجام پر دکھاؤں گا۔ تمہارے پاس اِن میں سے کوئی بھی چیز نہیں ہے، کیونکہ تم لوگ تنگ دروازے سے نہیں آئے۔"

لیکن لڑکوں نے صرف ہنس دیا، اِس لئے مومن اُنہیں پیچھے چھوڑ کر خود ہی آگے بڑھ گیا۔

اب وہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچا جس کا نام کوہِ مشکل تھا۔ شاہی راستہ پہاڑ کے اوپر سے جاتا تھا۔ پہاڑ کی چڑھائی بہت تھی، لیکن مومن کو یقین تھا کہ اب مناسب نہیں کہ راستے سے ہٹ جاؤں۔ راستے کے پاس ہی ٹھنڈے پانی کا چشمہ اُبل رہا تھا۔ اُسے پیاس لگی تھی اِس لئے اُس نے وہاں کا ٹھنڈا پانی پیا، پھر اُس پتھریلے راستے پر چڑھنے لگا۔

رسم پرست اور مُنافق، مومن سے کچھ پیچھے ہی رہ گئے تھے۔ جب وہ پہاڑ پر پہنچے تو اُنہیں دو راستے دکھائی دیئے جو سیدھی سڑک سے نکل رہے تھے۔ ایک راستہ پہاڑ کے دامن کے ساتھ ساتھ دائیں ہاتھ جاتا

تھا اور دوسرا بائیں ہاتھ۔ وہ بولے، ”ارے! اِس ڈھلان پر چڑھائی سے کیا حاصل۔ یہ دونوں راستے آسان اور ہموار ہیں۔ بے شک یہ پہاڑ کا چکر لگا کر دوسری طرف پھر شاہی راستے پر ملتے ہوں گے۔“

رسم پرست کہنے لگا، ”بھائی! مَیں تو اُس راستے پر جاؤں گا“ جبکہ مُنافق بولا، ”مَیں تو اِس راستے پر چلوں گا۔“

یوں دونوں لڑکے اِس خیال سے کہ جلد ہی پھر ایک دوسرے سے جا ملیں گے، ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے۔

لیکن اگر وہ تنگ دروازے سے داخل ہو گئے ہوتے تو اُنہیں بھی مومن کی طرح پتہ چلتا کہ یہ سیدھا راستہ ہی دُرست ہے۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دونوں اِس لئے گُم ہو گئے کہ اُنہوں نے نہ تو بادشاہ کی فرماں برداری کی تھی، نہ ہی سفر کو صحیح طریقے سے شروع کیا تھا۔

رسم پرست چلتے چلتے خطرے کے راستے پر پڑ گیا اور جلد ہی ایک بڑے جنگل میں جا نکلا۔ وہ کئی دن رات تک وہاں بھٹکتا رہا۔ لیکن

وہاں سے باہر نکلنے کا اُسے کوئی راستہ نہ ملا۔ آخرکار وہ بھوک اور سردی کے مارے وہیں پر تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

بربادی کا راستہ، جسے مُنافق نے اختیار کیا تھا، رسم پرست کے راستے سے کچھ بہتر نہ تھا۔ یہ راستہ تاریک پہاڑوں کے بیچوں بیچ ہو کر گزرتا تھا۔ اُن ٹیڑھے میڑھے راستوں پر چڑھتے اور اُترتے ہوئے لڑکے کا پاؤں پھسل گیا، اور وہ تیز اور نوکیلی چٹانوں سے سخت زخمی ہو گیا۔ وہ بھی بڑی عبرت ناک موت مر گیا۔

کوہِ مشکل

مومن کو پہاڑ کے اوپر کا راستہ بڑا سخت لگا۔ راستہ نوکیلے پتھروں اور خاردار چٹانوں سے بھرا پڑا تھا جن کی وجہ سے اُس کے پاؤں زخمی ہو گئے۔ اُس پر چڑھتے چڑھتے چڑھائی بڑھتی گئی، یہاں تک کہ اُسے ہاتھوں اور گھُٹنوں کے بل رینگنا پڑا۔ اب تو دھوپ بھی تیز ہوئی جا رہی تھی کیونکہ دوپہر ہو چکی تھی۔ اُسے گرمی ستانے لگی، اور وہ تھکن سے

چُور ہوا۔ وہ سوچنے لگا، ’’اگر اِس پہاڑ پر مجھے کل چڑھنا پڑتا تو مَیں کیا کرتا۔ ایسے خطرناک راستے پر مَیں اپنا بوجھ اُٹھا کر کبھی بھی نہیں جا سکتا تھا۔‘‘

جب وہ آدھے راستے پر پہنچ گیا تو چلنا آسان ہونے لگا۔ اب تو پتھر اُس قدر نوکیلے نہیں تھے، اور وہ پاؤں پر چلنے کے قابل ہو گیا۔ پھر بھی چڑھائی سخت تھی۔ کچھ دیر بعد وہ سائے دار پیڑوں کی چھاؤں میں پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر لڑکا بڑا خوش ہوا۔ یہ چھاؤں بادشاہ کے حکم سے بنائی گئی تھی تاکہ پہاڑی راستے پر مسافروں کو سُستانے کی جگہ مل سکے۔

مومن وہاں کچھ دیر تک بیٹھ گیا۔ یہ جگہ ٹھنڈی اور پُرسکون تھی۔ اِتنے میں اُسے خیال آیا کہ اب میرے پاس اِتنی فرصت ہے کہ مَیں اُس پروانے کو پڑھ سکوں جو مجھے مل گیا ہے۔ وہ پروانے کو نکال کر اُسے پڑھنے لگا۔ پھر بجائے اِس کے کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر جانے کی جلدی کرتا وہ اطمینان سے بیٹھ کر اپنی پوشاک کا جائزہ لینے لگا اور اِدھر اُدھر کی باتیں سوچنے لگا۔ آخر اُس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور وہ سو گیا۔

پچھلے پہر دیر سے اُس کی آنکھ کھل گئی۔ جب اُس نے آسمان کی طرف نگاہ کی تو معلوم ہوا کہ سورج ڈھلنے لگا ہے۔ وہ فوراً اُٹھا اور تیزی سے چلنے لگا۔

اِس سے پہلے کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا، اُس کی ملاقات دو لڑکوں سے ہوئی جو بڑی تیزی سے واپس دوڑ رہے تھے۔ اُن کے چہروں کا رنگ خوف سے اُڑ گیا تھا، اور اُن کے جسم کانپ رہے تھے لیکن مومن کو دیکھتے ہی وہ اُس سے بات کرنے کے لئے رُک گئے۔

مومن پوچھنے لگا، ”کیا بات ہے؟ تم غلط سمت میں کیوں دوڑ رہے ہو؟“

بڑے لڑکے کا نام کم ہمّت تھا۔ اُس نے چلّا کر کہا، ”ہم تو شاہی شہر کو جا رہے تھے۔ لیکن جتنا بھی ہم آگے بڑھتے گئے، اُسی قدر ہمیں خطرہ پیش آیا، اِس لئے اب ہم واپس گھر جا رہے ہیں۔“

دوسرا لڑکا، جس کا نام بدگمان تھا بولا، ”ہاں، راستے میں ہمیں دو شیر پڑے دکھائی دیئے۔ ہمیں پتا نہ چلا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں کہ جاگ

رہے ہیں، لیکن یہ پکی بات ہے کہ اگر ہم وہاں سے گزرنے کی کوشش کرتے تو وہ ہماری بوٹی بوٹی کر ڈالتے۔"

یہ سُن کر مومن بھی خوفزدہ ہوا اور کہنے لگا، "تو مَیں کیا کروں؟"

کم ہمّت بولا، "ہمارے ساتھ واپس چلو، اور کیا! اِن وحشی درندوں کے پاس پھٹکنا تو بے وقوفی ہے۔"

مومن نے جواب دیا، "اگر مَیں واپس چلا جاؤں تو بادشاہ سے کیسے ملاقات کروں گا؟"

بدگمان بولا، "لیکن اگر تم اِس راستے پر چلے بھی گئے تب بھی ملاقات نہیں کر سکو گے، کیونکہ شیر تمہیں چیر پھاڑ ڈالیں گے۔"

لیکن مومن کو یاد آیا کہ مبشّر، خیرخواہ اور ترجمان نے اُسے اِن تمام باتوں کے بارے میں بتا رکھا تھا کہ جب بھی تمہیں ڈر لگے اور تکلیف ہو تو بادشاہ ضرور تمہاری مدد کرے گا اور تمہارا نگہبان ہو گا۔ وہ کہنے لگا، "مَیں تو واپس نہیں جاؤں گا۔ کیا پتہ، ہو سکتا ہے کہ شیر نہ جاگیں۔ آؤ ہم سب اکھٹے چلیں۔"

کم ہمّت اور بدگمان دونوں چِلا اُٹھے، "ارے نہیں! ہم میں ہمت نہیں۔ ہم تو گھر پہنچ کر ہی دم لیں گے۔"

یہ کہہ کر وہ پہاڑ سے نیچے اُترے اور مومن اپنے راستے پر تنہا رہ گیا۔ اُس پر بھی خوف طاری ہوا، اور وہ سوچنے لگا، "اپنا پروانہ تو دیکھوں کہ اُس میں اِن شیروں کے بارے میں کیا لکھا ہے۔" لیکن جب اُس نے اپنے کوٹ کو ٹٹولا تو پروانہ وہاں نہیں تھا۔ وہ سخت گھبرا گیا۔ اُسے یاد تھا کہ نورانی آدمی نے اُس سے کہا تھا کہ "پروانے کو احتیاط سے رکھنا، کیونکہ یہ تمہیں آسمانی شہر کے پھاٹک پر دکھانا پڑے گا۔"

مومن چِلا اُٹھا، ''اُس کے بغیر تو مَیں نہیں جا سکتا۔ ہائے! مَیں کیا کروں؟'' اُس کی آنکھوں سے آنسو پھوٹ کر بہنے لگے۔

خوب صورت محل

پروانہ گُم ہو جانے پر مومن سخت پریشان ہوا۔ اپنی مصیبت میں اُسے شیروں کا خیال تک نہ آیا۔ وہ صرف اپنی لاپروائی کو کوس رہا تھا جس کے باعث اُسے بادشاہ کا قیمتی تحفہ گم ہو گیا تھا۔ اچانک اُسے وہ جگہ یاد آئی جہاں اُس نے پچھلے پہر آرام کیا تھا۔ ”کیا پروانہ وہیں کہیں گر پڑا ہو؟ جب مَیں جلدی جلدی وہاں سے نکلا تو ہو سکتا ہے کہ وہ غلطی سے وہاں رہ گیا ہو۔ ہائے! مجھ سے کتنی بے وقوفی ہو گئی۔ مجھے وہاں صرف آرام کرنا چاہیئے تھا، لیکن مَیں نے تو وہاں بے خبری میں بہت سارا وقت ضائع کر دیا، اور اب تو پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے پہنچتے رات ہو جائے گی۔“

وہ مُڑ کر آہستہ آہستہ واپس چلنے لگا۔ وہ راستہ بھر دیکھتا رہا کہ کہیں راستے میں ہی نہ گر گیا ہو۔ آخر وہ اُس جگہ پہنچ گیا جہاں اُس نے آرام

کیا تھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ جس بینچ پر اُس نے آرام کیا تھا اُسی کے نیچے پروانہ پڑا ہوا ہے۔ اُس نے اُسے جوش اور ولولے کے ساتھ اُٹھا کر بادشاہ کا شُکر ادا کیا کہ اُس نے اُسے دوبارہ حاصل کرنے کا موقع دیا۔

لیکن پروانے کو تلاش کرنے میں مومن کو بہت سارا وقت ضائع ہو گیا تھا۔ اب اُس نے پہاڑ پر چڑھنے میں بڑی پُھرتی سے کام لیا۔ پھر بھی اِس سے پہلے کہ وہ چوٹی پر پہنچتا سورج غروب ہو چکا تھا۔ وہ اپنے آپ کو کوستا رہا، "یہ میرا اپنا قصور ہے! اگر مَیں سُست نہ ہوتا تو میرا پروانہ کبھی بھی گم نہ ہوتا اور مَیں رات ہونے سے پہلے پہلے کسی ایسی جگہ پہنچتا جہاں آرام کر سکتا۔"

پھر اُسے شیر یاد آئے۔ وہ جانتا تھا کہ یہ وحشی درندے رات کو شکار کی تلاش میں گھومتے رہتے ہیں۔ جتنی روشنی کم ہو جاتی اُتنی اُس کا ڈر بڑھتا جاتا تھا۔ عین اُسی وقت اُسے سامنے کچھ فاصلے پر ایک بڑی عمارت نظر آئی۔ مومن لپک کر اُس کی طرف چلنے لگا تو معلوم ہوا کہ ایک شاندار محل ہے۔ شاہی راستے پر چلتے ہوئے وہ اُس کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ وہیں پر چوکیدار کا چھوٹا سا کمرا تھا۔ وہ جلدی جلدی اُس

کے پاس پہنچا، اِس اُمید میں کہ وہیں رات بسر کرنے کی اجازت مل جائے گی۔

اب تو راستہ بھی تنگ ہو چلا تھا۔ جب مومن محل کے پھاٹک کے نزدیک پہنچا تو اُسے وہ دو شیر جن سے بدگمان اور کم ہمّت ڈر گئے تھے سڑک کے دونوں طرف پڑے دکھائی دیئے۔ شیر تو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے، لیکن رات اِتنی اندھیری تھی کہ مومن کو زنجیر نظر نہ آئی۔ اُس نے سوچا، "اب مَیں کیا کروں؟ شیروں کے درمیان تھوڑی ہی جگہ باقی ہے۔ اگر مَیں اُن کے بیچ میں سے گزر جاؤں تو وہ مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔"

چوکیدار کا نام چوکس تھا، اور اُسے معلوم تھا کہ آسمانی شہر کے مسافر اُن شیروں سے کتنا ڈرتے ہیں۔ اِس لئے جب بھی کوئی نزدیک آتا تو وہ اپنے کمرے کے دروازے پر آ جاتا۔ مومن کو دیکھ کر اُس نے آواز دے کر کہا، "ڈرو مت۔ دونوں شیر بندھے ہوئے ہیں۔ راستے کے عین درمیان ہو جاؤ۔ تمہیں اِن سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔"

تب مومن کانپتا اور ڈرتا ہوا احتیاط سے راستے کے درمیان رہا۔ جب وہ اُن کے درمیان سے گزرنے لگا تو یہ ہیبت ناک درندے گرجنے تو لگے، لیکن بغیر کسی قسم کی حرکت کیئے وہ پڑے رہے، یہاں تک کہ اُنہوں نے اپنے بڑے بڑے پنجے پھیلا کر اُسے چھونے کی کوشش بھی نہ کی۔ شیروں کے بیچ میں سے گزر کر مومن نے خوشی سے تالی بجائی اور دوڑ کر مہربان چوکیدار کے پاس جا پہنچا جو پھاٹک پر کھڑا تھا۔

اُس نے پوچھا، "یہ کون سا محل ہے؟"

چوکس نے جواب دیا، "اِسے خوب صورت محل کہتے ہیں، اور یہ بادشاہ کی ملکیت ہے۔ اِسے اُس نے آسمانی شہر جانے والے مسافروں کی خاطر بنایا ہے۔ کیا تم بھی آسمانی شہر کو جا رہے ہو؟"

مومن نے جواب دیا، "ہاں! کل رات مَیں ترجمان کے مکان پر سویا تھا۔ کیا مَیں یہاں صبح تک ٹھہر سکتا ہوں؟"

چوکیدار نے پوچھا، "تو تم اِتنی دیر سے سفر کیوں کر رہے ہو؟"

تب مومن نے اُسے اپنا ماجرا سُنایا کہ پچھلے پہر مجھ پر سُستی طاری ہوئی، اور نتیجے میں میرا پروانہ گم ہوگیا، اِسی لئے مجھے اُس کی تلاش میں واپس لوٹ جانا پڑا۔

چوکس کہنے لگا، ”اچھا! مَیں گھر کی مالکہ کو بُلاتا ہوں، اور اگر تم سچ مچ بادشاہ کے مُسافر ہو تو وہ تمہاری خاطر تواضع کرے گی۔“

دونوں محل کے دروازے پر پہنچے، اور چوکیدار نے گھنٹی بجائی۔

نئے دوست

مومن چوکس کے پاس کھڑا ہو کر خوب صورت محل کی ڈیوڑھی میں انتظار کرنے لگا۔ تب ایک عورت باہر نکلی اور اُس کے ساتھ بات کرنے لگی۔ اُس کا نام تمیز تھا۔ جب مومن کی نظر اُس پر پڑی تو اُسے لگا کہ ایسا خوب صورت اور پیارا چہرہ مَیں نے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ وہ تو ہوبہو اُس کی امّی کی تصویر کی مانند لگ رہی تھی۔

تمیز نے چوکس سے پوچھا، "تم نے مجھے کس لئے بُلایا؟" پھر مومن کو دیکھ کر اُس نے اُس کے کندھے پر بڑی شفقت اور پیار سے ہاتھ رکھا۔

چوکس نے مالکہ کو جواب دیا، "یہ لڑکا آسمانی شہر کو جا رہا ہے۔ اب رات ہو چکی ہے اِس لئے آگے نہیں جا سکتا۔ اگر آپ اسے اندر آنے کی اجازت دیں تو یہ خوشی سے یہاں ٹھہرے گا۔"

تب تمیز نے مومن سے بہت سارے سوال کیئے۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ وہ کون سے شہر سے آیا ہے اور اُس نے اپنا وطن کیوں چھوڑا ہے۔ اُس نے یہ بھی پوچھا کہ کس نے تمہیں شاہی راستے کے بارے میں بتایا؟ تب مومن نے اُسے سب کچھ کہہ سنایا۔

آخر وہ بولی، "تمہارا نام کیا ہے؟"

لڑکے نے جواب دیا، "مومن۔ اگر آپ صبح تک مجھے یہاں ٹھہرنے دیں تو مَیں آپ کا بہت شکرگزار ہوں گا۔"

اُس کے پریشان چہرے کو دیکھ کر تمیز مسکرائی اور بڑے پیار سے بولی، "بے شک، لیکن ذرا ٹھہرو! مَیں پہلے اپنی لڑکیوں کو بُلا کر لاتی ہوں۔"

وہ واپس گھر کے اندر چلی گئی اور اپنی تینوں لڑکیوں کو لے کر آ گئی۔ اُن میں سے دین داری اور دانش مومن سے بڑی تھیں، جبکہ سب سے چھوٹی لڑکی محبت اُس کی ہم عمر تھی۔

تمیز بولی، "یہ آسمانی شہر کا چھوٹا مسافر ہے، کیا اِس کے لئے محل کے اندر جگہ ہے؟"

دانش نے فوراً جواب دیا، ”کیوں نہیں۔“ اورمحبت نے دوڑ کر اُس کا ہاتھ بالکل اُسی طرح پکڑ لیا جس طرح وطن میں بی مومنہ اُس کا ہاتھ پکڑا کرتی تھی۔

دین داری بولی، ”اندر آ جاؤ۔ ہمیں تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔“

محل کے دالان میں بہت سارے آدمی تھے۔ جب مومن اندر جانے لگا تو اُنھوں نے بڑی محبت سے اُس کی طرف دیکھا۔

محبت بولی، ”ماں اِن کی مہمان نوازی کرتی ہے جبکہ ہم چھوٹے مسافروں کی خدمت کرتے ہیں۔

تمیز نے کہا، ”کھانے کا تو ابھی وقت نہیں ہوا، لیکن مومن بے چارہ تو سچ مچ تھکا ہوا ہو گا۔ اُسے کمرے میں لے جاؤ تاکہ وہ تھوڑی دیر تک آرام کرے۔“

تینوں لڑکیاں اُسے ایک آرام دہ کمرے کے اندر لے گئیں جہاں پر جلتی ہوئی بتی دیواروں پر خوش گوار روشنی ڈال رہی تھی۔ دیواروں پر خوب صورت اورحسین تصویریں آویزاں تھیں۔ مومن بیٹھ گیا جبکہ دین

داری اور دانش سلائی کے کام میں لگ گئیں۔ محبت چوکی لے کر مومن کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ ایک نرم مزاج ننھی لڑکی تھی۔ اُسے بڑا شوق تھا کہ اپنی ماں کے مہمانوں کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرے اور اُن کے آرام کا خاص خیال رکھے۔

دین داری نے کہا، "اگر تمھیں زیادہ تھکاوٹ نہ ہو تو تھوڑی دیر ہمارے ساتھ باتیں کر لو۔ ہم چاہتی ہیں کہ تم سے تمھارے سفر کا حال معلوم کریں۔ اچھا ذرا بتاؤ تو تم نے اپنے گھر کو کیوں چھوڑا؟"

مومن نے جواب دیا، "مَیں ڈر گیا تھا، کیونکہ اجنبی ہمارے شہر میں آ کر ہمیں بتاتے تھے کہ ہمارا شہر برباد ہو جائے گا۔"

"اور تمھیں شاہی راستے پر آنے کا خیال کیسے سُوجھا؟"

"مَیں نے اپنی کتاب میں آسمانی شہر کے بارے میں پڑھا تھا، اور ایک دن میری ملاقات مبشر سے ہوئی۔ اُسی نے مجھے تنگ دروازے کا راستہ بتا دیا۔"

"کیا تم نے ترجمان کے مکان میں بھی قیام کیا؟"

مومن نے جواب دیا، "جی۔ اُس نے تو مجھ پر بڑی مہربانی کی۔ وہاں پر مَیں نے اچھے چرواہے کی تصویر دیکھی۔ مَیں نے وہ سپاہی بھی دیکھا جو جنگ کرکے محل میں داخل ہوا۔ کاش مَیں کچھ عرصہ اَور وہاں ٹھہر سکتا!"

"اور تم نے آج کیا کِیا؟"

"پہلے تو مَیں صلیب کے پاس سے گزرا جہاں میرا بوجھ اُتر گیا۔ تب ایک نورانی آدمی نے مجھے یہ نیا سفید لباس دیا۔ دوسرے نے مجھے بادشاہ کے نام ایک پروانہ دیا اور تیسرے نے میرے ماتھے پر نشان لگا دیا۔ اُس کے بعد مجھے راستے پر سوئے ہوئے لڑکے ملے۔ مَیں اُنہیں جگانا چاہتا تھا، لیکن اُنہوں نے میری ایک نہ سُنی۔ پھر رسم پرست اور مُنافق دیوار پھاند کر راستے پر آئے۔ میرے خیال میں جب ہم پہاڑ پر پہنچ گئے تو اُنہوں نے غلط راستہ اختیار کیا، کیونکہ مَیں نے اُنہیں پھر نہیں دیکھا۔"

دین داری: "پہاڑ کی چڑھائی بہت سخت ہے کیا؟"

"ہاں! مجھے تو لگا کہ مَیں کبھی بھی اُوپر نہیں پہنچوں گا۔ جب مَیں نے شیروں کو دیکھا تو مَیں واپس مُڑنے ہی والا تھا۔ لیکن چوکیدار نے مجھے بُلا کر بتایا کہ وہ زنجیروں سے بندھے ہوئے ہیں۔"

پھر دانش مسافر سے سوال کرنے لگی، "کیا تمہیں اپنے پُرانے گھر کا خیال کبھی آیا ہے؟"

"ایک یا دو بار۔ اُس وقت مَیں بڑا تھکا ہوا تھا۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آسمانی شہر ہمارے شہر سے کہیں زیادہ اچھا ہے۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ وہاں پہنچ کر مجھے بے حد خوشی ملے گی۔"

"خوشی کیونکر ملے گی؟"

مومن نے جواب دیا، "کیونکہ وہاں میری ملاقات شہزادے سے ہو گی۔ شریر لوگوں نے کتنا بڑا ظلم کیا کہ اُسے کیل ٹھونک کر صلیب پر چڑھا دیا۔ مجھے تو اُس سے محبت ہے کیونکہ وہ ہماری ہی خاطر موت کے گھاٹ اُتر گیا۔ اِس کے علاوہ میری امّی بادشاہ کے پاس ہیں۔ جب مَیں چھوٹا بچّہ تھا تو وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔لیکن مَیں تو اُنہیں پہچان لوں گا، کیونکہ مَیں نے اُن کی تصویر دیکھی ہے۔"

محبت نے پوچھا، ”کیا تمھاری کوئی چھوٹی بہن بھی ہے؟“
”نہیں۔ لیکن بی مومنہ میرے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔ وہ بڑی اچھی ہے۔“
محبت نے کہا، ”لیکن تم اُسے اپنے ساتھ کیوں نہیں لائے؟ اگر ساتھ لاتے تو کم سے کم راستے میں تمھارے ساتھ کوئی بات کرنے والا تو ہوتا!“
مومن نے جواب دیا، ”اُسے تو اجنبیوں کی باتوں پر یقین ہی نہیں تھا۔ اور اُسے اپنے بھائی بہنوں کی دیکھ بھال بھی کرنی ہوتی ہے۔ اُن کے ماں باپ نہیں ہیں نا! بی مومنہ کو ہی سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔“
”کیا تم نے اُسے نہیں کہا تھا کہ تمھارے ساتھ چلے؟“
”مَیں نے تو کئی ایک بار اُس کے سامنے شہر کا ذکر کیا۔ اگر مبشر مجھے راستہ نہ بتاتا تو مَیں بھی یہاں نہ پہنچتا۔ مبشر سے ملتے ہی مَیں تیار ہو گیا، اِس لئے بی مومنہ کو آخری بار مل بھی نہ سکا۔“
عین اُسی وقت گھنٹی بجی۔ دونوں بڑی لڑکیاں اپنا کام سمیٹ کر کہنے لگیں، ”آؤ، کھانا کھانے چلیں۔ کھانا تیار ہے۔“

مومن بھوکا تھا اور تھکا ماندہ بھی۔ اُسے اُس مزے دار کھانے کا بڑا مزہ آیا۔ کھانے کے بعد تمیز اُسے دوسری منزل کے ایک عمدہ کمرے میں لے گئی جس کی ایک کھڑکی مشرق کی طرف کھلتی تھی۔ وہاں یہ تھکا ماندہ مسافر گہری نیند سو گیا۔ اُس کی آنکھ اُس وقت کھلی جب سورج نکل آیا تھا۔

خوشی کا دن

صبح ہوئی تو مومن کو خیال آیا کہ اُسے اپنا سفر جاری رکھنا چاہیئے۔ لیکن جب لوگ ناشتے سے فارغ ہوئے تو تمیز نے اُسے بڑی حلیمی سے اپنے پاس بُلایا۔ کہنے لگی، ”میرے خیال میں اگر تم میرے ساتھ چند دن ٹھہرو تو تمہارے لئے اچھا ہو گا۔ تم نے گھر چھوڑنے کے بعد کافی لمبا سفر کیا ہے۔ مسافروں کے لئے اچھا نہیں کہ وہ سفر کی ابتدا میں ہی اِتنی پُھرتی دکھائیں۔“

”اگر مَیں آپ لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث نہ بنوں تو مَیں بڑی خوشی سے ٹھہر جاؤں گا۔“

”تم تکلیف کے باعث ہرگز نہیں بنو گے۔ آسمانی شہر کے مسافروں کی خدمت کرنا بادشاہ کی طرف سے میری بیٹیوں کے ذمے ہے، اور جب بھی کوئی محل میں ٹھہرتا ہے تو اُنہیں بہت خوشی ہوتی ہے۔“

”کیا میری امی یہاں ٹھہری تھیں؟ اُن کا نام سلامتی تھا۔ جب بادشاہ نے اُنہیں بلایا تو وہ ضرور یہاں سے گزری ہوں گی۔ یہ بڑے عرصے کی بات ہے۔ جب وہ گئیں تو اُس وقت مَیں چھوٹا بچّہ ہی تھا۔“

”ہم اُن کا نام دفتر میں تلاش کریں گے۔ اگر وہ یہاں ٹھہریں تو وہاں ضرور لکھا ہو گا۔“

مومن نے شرماتے ہوئے کہا، ”مجھے لگتا ہے کہ وہ آپ سے ملتی جلتی ہیں۔“

تمیز نے جھک کر مومن کی آنکھوں سے آنسو پونچھے اور اُسے بوسہ دیا۔ کہنے لگی، "مومن! وہ تم سے دوبارہ ضرور ملے گی۔ بادشاہ بڑا نیک ہے، اور اُسے معلوم ہے کہ ماؤں کو اپنے بچّوں سے محبت ہوتی ہے۔"

"کیا شاہی شہر میں میری اُن سے ملاقات ہو گی؟"

"ہاں۔ اور پھر تم اُن سے کبھی بھی جدا نہیں ہو جاؤ گے۔"

مومن نے شوق سے کہا، "اور میرے ابا جی؟ کیا وہ ہر وقت مصروف رہیں گے یا آپ کو لگتا ہے کہ وہ بھی کبھی یہاں آئیں گے؟"

تمیز نے جواب دیا، "یہ مَیں نہیں کہہ سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ بادشاہ کے پیغام اُن تک پہنچتے رہیں گے۔ عین ممکن ہے کہ جب اُنہیں پتہ چلے کہ تم اور تمہاری امی بہت خوش ہو تو اُن میں بھی سفر کرنے کی خواہش پیدا ہو گی۔"

مومن نے کہا، "اُنہیں راستے میں ڈر نہیں لگے گا، کیونکہ وہ بہادر ہیں۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ میری امی شیروں کے پاس سے گزرنا پسند نہیں کرتی ہوں گی۔ جب میرے ابا جی آئیں تو اُنہیں بتا دینا کہ مَیں

یہاں ٹھہرا تھا اور کہ مَیں اُن کی راہ دیکھوں گا جب وہ آسمانی شہر کے پھاٹکوں پر پہنچیں گے۔"

تمیز نے جواب دیا، "مَیں تو ضرور کہوں گی۔ اب مجھے بہت سارے کام کرنے ہیں۔ اِس لئے فی الحال محبت تمہیں لائبریری میں لے جائے گی۔ اور ہاں، اگر تم چاہو تو دفتر میں جا کر اپنی امی کا نام بھی ڈھونڈ سکتے ہو۔"

مومن نے وہ دن بڑی خوشی سے گزارا۔ بعض اوقات محبت اُس کے ہمراہ ہوتی تو بعض اوقات دانش اور بعض اوقات دین داری۔ سب بہت ہی مہربان اور شریف تھے، اور وہ اپنے مہمان کی ہر ممکن خاطر کرتے تھے۔

عام لڑکوں کی طرح مومن کو بھی کہانیاں پڑھنے اور تصویریں دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ خوب صورت محل کی لائبریری میں کافی چیزیں تھیں جو اُسے دل چسپ لگیں۔ دانش نے اُسے بتایا کہ کون سی کتابیں پڑھنی چاہئیں جبکہ دین داری اُسے تمام تصویریں دکھاتی رہی۔

وہاں بچّوں کی بہت ساری تصویریں لگی تھیں—مثلاً دریا کے کنارے ٹوکرے میں موسیٰ لیٹا ہوا، خدا کے گھر میں سموایل بتی جلاتا ہوا اور چھوٹا تیمُتھیُس اپنی ماں سے تعلیم پاتا ہوا۔

دین داری نے کہا، "اور یہ پیارے شہزادے کی تصویر ہے۔ تم نے اپنی کتاب میں پڑھا ہو گا کہ وہ ہمارے درمیان رہا اور ایک غریب گھرانے کا چھوٹا بچہ بنا۔ یہ دیکھو، وہ اپنی ماں کی گود میں ہے جبکہ گڈریے اُس کے گرد گھٹنے ٹیکے ہیں۔"

مومن کو یہ تصویر بہت پسند آئی۔ کچھ دیر وہ اُس کے سامنے کھڑا رہا۔ پھر محبت نے اُسے بلایا تاکہ اُسے اپنی پسندیدہ تصویر دکھائے۔ محافظ فرشتے کی تصویر تھی۔ اُس میں ایک بچہ تنگ راستے پر چل رہا تھا جبکہ اُس کے پیچھے ایک خوب صورت فرشتہ کھڑا تھا۔ اُس کے پھیلے ہوئے بازو بچّے کے کندھے کو چھو رہے تھے۔

محبت نے کہا، "دیکھتے ہو، وہ گر نہیں سکتا۔ بادشاہ نے فرشتہ بھیجا ہے تاکہ وہ اُسے مضبوطی سے پکڑ رکھے تاکہ گر نہ جائے۔"

وقت اِتنی تیزی سے گزرا کہ جب شام ہوئی تو مومن کو تعجب ہوا۔ تمیز تمام دِن مصروف رہی تھی۔لیکن اِس سے پہلے کہ بتی جلائی جاتی وہ لائبریری میں آئی جہاں پر مومن مطالعہ کر رہا تھا۔ مومن نے اپنی کتاب ایک طرف رکھ دی۔ تمیز نے اُسے اپنے بازوؤں میں لے کر بڑے دھیمے اور پیارے لہجے میں اپنے نیک بادشاہ اور اُس کے بیٹے شہزادے کے بارے میں بہت سی باتیں بتائیں۔

مومن نے سوتے وقت کہا، "میری زندگی میں اِس جیسا خوشی کا دِن کبھی نہیں گزرا۔ اگر بادشاہ کے محل میں رہنے کی میری سب سے بڑی خواہش نہ ہوتی تو مَیں ہمیشہ یہاں رہنا پسند کرتا۔"

خاص ہتھیار

مومن نے تین دِن خوب صورت محل میں بسر کیئے۔ دوسرے دن تمیز نے اُسے اُس کمرے کو دیکھنے کی اجازت دی جہاں ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔ اُس بڑے سے کمرے میں ہر قسم کے ہتھیار بادشاہ کے نوکروں کے استعمال کے لئے جمع کیئے گئے تھے۔

مومن نے وہاں چمکتے ہوئے خود، ڈھالیں، پیتل کی بہترین سپریں، دمکتی تلواریں اور جوتوں کی قطاریں دیکھیں۔ محبت نے اُسے بتایا کہ یہ جوتے کبھی نہیں گِھستے۔ یہ تمام چیزیں نہ صرف بڑے لوگوں کے لئے تھے بلکہ وہاں ایسے خود بھی تھے جو مومن کے ناپ سے بھی چھوٹے تھے۔ اِتنی چھوٹی چھوٹی تلواریں بھی تھیں جو صرف بچّے ہی استعمال کر سکتے تھے۔

اُس نے پوچھا، ''کیا یہ کھلونے ہیں؟''

دین داری نے کہا، ”نہیں، یہ تو چھوٹے مسافروں کے لئے ہتھیار ہیں۔“

اِس پر مومن کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میرے پاس بھی ڈھال اور تلوار ہوتی، کاش مَیں بادشاہ کے سپاہیوں میں ہوتا۔

دین داری کھڑکی میں بیٹھ کر مومن کو بادشاہ کے سپاہیوں کے بڑے بڑے کام سنائے۔ جو کہانی اُسے سب سے زیادہ پسند آئی وہ لڑکے داؤد کی تھی۔ داؤد ابھی لڑکا ہی تھا کہ اُس کی ایک دیو سے لڑائی ہوئی۔ تو بھی اُس نے اُسے مار ڈالا۔

دین داری نے کہا، ”دیو بادشاہ کا دشمن تھا۔ سمجھتا تھا کہ لڑکے کو آسانی سے مار دے گا۔ وہ سر سے پاؤں تک ہتھیاروں سے لیس تھا جبکہ داؤد نے صرف گڈریوں کا لباس پہن رکھا تھا۔ اُس کے پاس نہ تو تلوار تھی اور نہ ہی نیزہ۔“

مومن نے پوچھا، ”پھر اُس نے کس چیز سے جنگ کی؟“

"اُس کے پاس صرف ایک فلاخن اور چند ایک پتھر تھے۔ لیکن جب اُس نے پتھر پھینکا تو بادشاہ نے اُسے اِتنی توفیق دی کہ اُس کا نشانہ ایسا ٹھیک بیٹھا کہ دیو کا ماتھا پھوٹ گیا اور وہ مر گیا۔"

اِس کہانی سے مومن کو اطمینان ہوا، کیونکہ جس بادشاہ نے داؤد کی مدد کی وہ بلاشُبہ آسمانی شہر کے ہر ایک مسافر کی مدد کرنے کے لئے تیار ہو گا۔

مومن نے تیسرے دن دانش سے پوچھا، "ابھی میرے سفر پر جانے کا وقت ہوا ہے کہ نہیں؟"

دانش نے جواب دیا، "ابھی نہیں۔ آج دُھند ہے، اورتم نے محل کی چھت پر چڑھ کر نظارہ نہیں دیکھا۔"

یوں مومن نے وہاں خوشی کا ایک اَور دن بسر کیا۔

اگلی صبح جب اُس نے کھڑکی کھولی تو دیکھا کہ دُھند ختم ہو گئی ہے۔ چنانچہ ناشتے کے بعد تینوں لڑکیاں اُسے چھت پر لے گئیں۔

مومن نے جنوب کی طرف نگاہ ڈالی۔ کافی فاصلے پر خوب صورت پہاڑوں کا سلسلہ نظر آیا۔ جگہ جگہ سبز کھیت، باغ، تاکستان اور سائے دار

جنگل دکھائی دیئے، اور خاموش وادیوں میں دھوپ میں ندیاں جگمگا رہی تھیں۔ وہ پکار اُٹھا، "واہ! کتنا پیارا ملک ہے!"

دین داری نے کہا، "ہاں، یہی تو عمانوایل کا مُلک ہے، اور شاہی راستہ اُسی میں سے گزرتا ہے۔ اُن پہاڑوں کو خوش نما کہتے ہیں۔ وہاں سے تمہیں آسمانی شہر کے پھاٹک نظر آئیں گے۔"

مومن نے پوچھا، "تو وہاں پہنچنے میں کتنا عرصہ لگے گا؟"

دین داری نے جواب دیا، "مجھے معلوم نہیں۔ تم بچّے ہو، اور تم سے تیز نہیں چلا جا سکتا۔"

اِتنے میں تمیز نے آواز دی، "ہمیں مومن کو جلد ہی بھیج دینا چاہیئے تاکہ گرمی ہونے سے پہلے ہی وادی میں داخل ہو جائے۔"

مومن نے یہ بات سُن کر کہا، "مَیں تیار ہوں۔" لیکن محبت نے اُس کی بات کاٹی، "نہیں امّی، وہ ابھی تیار نہیں ہوا ہے۔ ابھی تو ہمیں اُس کے لئے اَور بھی بندوبست کرنا ہے۔"

"ہاں، یہ ٹھیک ہے،" تمیز نے جواب دیا۔ وہ اُسے لے کر اُس کمرے کی طرف چل دی جہاں ہتھیار تھے۔ "بادشاہ کے دشمن خوب

صورت محل اور آسمانی شہر کے درمیان کے راستے پر مسافروں کو تکلیف دیتے ہیں، اِس لئے بچّوں کو بھی ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی ہے۔"

مومن کو جب پتہ چلا کہ اُسے بھی ہتھیار ملنے ہیں تو اُس کے گال خوشی کے مارے سرخ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر تمیز اور اُس کی بیٹیاں بھی بہت خوش ہوئیں۔

محبت بولی، "مَیں تمہیں سپاہی بنا ہوا دیکھنا چاہتی ہوں۔" مومن کو حسرت تھی کہ کاش بی مومنہ بھی وہاں ہوتی۔

تمیز نے اُس کے ناپ کا ایک خود پسند کیا اور کہنے لگی، "ہمیشہ اپنے ہتھیاروں کا خیال رکھنا۔ ہمیشہ اُنہیں صاف ستھرا اور چمکا کر رکھنا۔"

تب دین داری نے اُس کے لئے ایک ڈھال ڈھونڈ نکالی جس سے وہ اپنی حفاظت کر سکے اور جو اِتنی بھاری بھی نہ ہو کہ بوجھل لگے۔

دانش نے اُس کی کمر پر تلوار باندھی، اور محبت نے جوتے پہنائے۔

جب وہ یوں تیار ہو گیا تو تمیز نے پہلے کی طرح جھک کر اُسے بوسہ دیا

اور کہنے لگی، "بادشاہ کا فضل و کرم آپ کے ساتھ ہو۔ ساری عمر اُس کے دیانت دار سپاہی اور خادم بنے رہو۔"

مومن مارے خوشی کے بول نہ سکا، لیکن اُس نے تمیز کے گلے میں یوں باہیں ڈالیں کہ جیسے وہ اُس کی سگی ماں ہو۔ وہ بھی خوب جانتی تھی کہ اُس کا دل محبت اور شکرگزاری سے معمور ہے۔ کہنے لگی، "تمہیں بادشاہ ہی کا شکرگزار ہونا چاہیئے۔ اُسی نے یہ تمام چیزیں تمہیں عنایت کی ہیں۔"

ایک زبردست دشمن

جب مومن محل سے باہر نکلا تو چوکس دروازے پر کھڑا تھا۔ دروازہ کھولتے ہوئے مومن سے بولا، ”ابھی ابھی ایک اَور مُسافر لڑکا یہاں سے گزرا ہے۔ کہتا تھا میرا نام وفادار ہے۔“

مومن بول اُٹھا، ”اچھا، مَیں اُسے خوب جانتا ہوں۔ اُس کا مکان ہمارے گھر سے بالکل قریب تھا۔ وہ کب گیا ہے؟ کیا مَیں اُسے جا لوں گا؟“

چوکس نے جواب دیا، ”مجھے دیکھے آدھا گھنٹا ہو گیا ہے۔ اِس وقت وہ پہاڑ کے دامن میں ہو گا۔“

مومن اِس خیال سے کہ ساتھی مِل جائے گا بڑا خوش ہوا، اور اُس نے تہیّہ کر لیا کہ جلدی جلدی چل کر وفادار سے جا ملے۔ لیکن سب

سے پہلے اُسے اپنے دوستوں کو الوداع کہنا تھا جو پھاٹک تک اُسے چھوڑنے آئے تھے۔

تمیز نے کہا، ”یہ صبح کتنی سہانی ہے۔ اگر مومن کے ساتھ پہاڑ کے دامن تک جائیں تو کتنا اچھا ہو گا۔“

محبت بولی، ”بڑی اچھی بات ہے اور ممکن ہے وفادار بھی وہاں مِل جائے۔ پتہ نہیں اُس نے ہم سے ملاقات کیوں نہیں کی؟“

تمیز نے کہا، ”ابھی سویرا ہے۔ اُس نے سوچا ہو گا کہ جتنی جلدی سفر کرلے اُتنا ہی اچھا ہے۔“

خوب صورت محل کوہِ مشکل کی چوٹی پر واقع تھا، اور اُس کے نیچے فروتنی کی وادی تھی۔ محل کے پھاٹک سے جو راستہ جاتا تھا اُس کی اُترائی بہت تھی۔ مومن خوش تھا کہ تمیز نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے تھامے رکھا تھا کہ کہیں گر نہ پڑے۔ ”پہاڑ پر چڑھنا مشکل تھا، لیکن اُس سے اُترنا بھی خطرناک ہے،“ اُس نے کہا۔

تمیز نے جواب دیا، ”ہاں، بعض اوقات لوگ اِس راستے پر سے بُری طرح گِرتے ہیں۔“

تھوڑے ہی عرصے میں وہ وادی میں پہنچ گئے۔ تمیز نے مومن کو کھانے کی کچھ چیزیں دے دیں۔ کہنے لگی، "تمھیں مِل کر ہمیں بڑی خوشی ہوئی۔ جب بھی تمھارا باپ محل میں آئے گا مَیں تمھارا پیغام اُسے دے دوں گی۔"

الوداع ہوتے ہوئے مومن کو بڑا افسوس ہوا۔ جب تمیز اور اُس کی بیٹیاں اُسے چھوڑ کر چلی گئیں تو وہ تنہائی محسوس کرنے لگا۔ وادی بڑی پُرسکون اور پُر فضا تھی، اور وہ تیز تیز چلتا گیا۔ اُسے بڑی اُمید تھی کہ جلد ہی وفادار کو پا لے گا، لیکن وفادار کے بجائے اُسے ایک ڈراؤنی شکل کا آدمی مِلا جو راستے میں اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب وہ نزدیک ہوا تو مومن کو اُس کا نام یاد آ گیا—وہ ہلاکو کہلاتا تھا۔ اُسے دیکھتے ہی مومن بھانپ گیا کہ "یہ بادشاہ کا دشمن ہے جو مجھے ضرور نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا۔ ایسے میں کیا کرنا چاہیئے؟"

پہلے تو یہ خیال آیا کہ پلٹ کر پہاڑ کے دامن کو بھاگ جائے۔ ممکن ہے تمیز مڑ کر اُسے دیکھ لے یا چوکس چوکیدار محل کے پھاٹک سے مدد کے لئے کسی کو بھیج دے۔ لیکن پھر سوچنے لگا کہ میری پیٹھ پر کوئی ہتھیار

نہیں ہے، اور اگر مَیں دشمن کے آمنے سامنے ہو کر مُقابلہ نہ کروں تو میری ڈھال اور سپر بے کار رہیں گی۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کیا کہ بادشاہ پر بھروسا رکھ کر سیدھا جاؤں گا۔ ممکن ہے ہلاکو مجھے بچّہ سمجھ کر دھیان کیۓ بغیر پاس سے گزر جائے۔ یہ سوچ کر وہ بے دھڑک چلتا گیا۔

چند ہی لمحوں میں ہلاکو اُس کے بالکل قریب آ گیا۔ ہلاکو مومن کے سامنے رُک کر اور اُس کے چمکیلے ہتھیاروں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا، "تم کہاں سے آئے ہو؟"

مومن ڈرا ہوا بولا، "برباد نگر سے۔"

"اور کہاں جا رہے ہو؟"

"شاہی شہر کو۔"

ہلاکو نے کہا، "شاید تم بھول گئے ہو کہ مَیں برباد نگر کا مالک ہوں۔ اگر تم بچّے نہ ہوتے تو بغیر اجازت بھاگنے کے جرم میں تمہیں ابھی قتل کر دیتا۔ لیکن مَیں تمہیں معاف کرتا ہوں، اِس لئے کہ تمہیں واپس لے جایا جا سکتا ہے۔"

مومن نے جرأت کر کے جواب دیا، "مَیں جانتا ہوں کہ وہ شہر تمہارا ہے، لیکن تم سے بھی بڑا بادشاہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور مَیں چاہتا ہوں کہ اُسی کے پاس رہوں۔"

اِس پر ہلاکو مسکرایا۔ کہنے لگا، "بے وقوف نہ بنو۔ جنہیں پسند کرتا ہوں اُن پر مہربان بھی ہوتا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ واپس ہو جاؤ اور وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی نہیں بھاگو گے تو مَیں تم سے ناراض نہیں ہوں گا بلکہ تم میرے مکان میں ٹھہر کر میرے نوکر ہو جاؤ گے۔"

مومن نے کہا، "مَیں تو بادشاہ کا نوکر ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔ بادشاہ کے نوکر اکثر اُس کے پاس سے بھاگ جاتے ہیں۔ اور ہاں، تم تو جب اپنے وطن میں تھے میرے نوکر تھے۔ تمہیں خوش ہونا چاہئے کہ مَیں تمہیں معاف کرنے اور واپس لے جانے کو تیار ہوں۔"

بے چارے مومن کو محسوس ہوا کہ اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے والے ہیں۔ اُس کے ہونٹ کانپنے لگے۔ لیکن جواب میں کہنے لگا، "مَیں بادشاہ سے محبت رکھتا ہوں اور اُسی کا نوکر بن گیا ہوں۔ مہربانی سے مجھے جانے دو۔"

ہلاکو چاہتا تھا کہ مومن اُس کے ساتھ گھر کو لوٹ جائے، اِس لئے کہنے لگا، "جلدبازی نہ کرو۔ ذرا اُن مشکلات کا تو خیال کرو جو راستے میں تمہیں پیش آئیں گی۔ ہمارے سپاہی ہر جگہ موجود ہیں، اور اگر تم اُنہیں مل گئے اور اُنہوں نے تمہیں تکلیف پہنچائی تو بادشاہ کہاں تمہاری مدد کرے گا؟ تم جانتے ہو، جب سے نکلے ہو تم نے اُس کی اچھی نوکری نہیں کی۔ تم اِتنے بے پروا تھے کہ دلدل میں جا گرے اور دنیادار کے دھوکے میں آ کر سیدھے راستے سے مڑ بھی گئے۔ پھر

تم چھاؤں میں سو گئے جہاں تمہارا پروانہ گم ہو گیا۔ اور جب تمہیں شیر نظر آئے تو تم اِتنے ڈر گئے کہ تقریباً مرنے والے تھے۔ اِس کے باوجود تم نے خوب صورت محل میں اِتنی شیخی بگھاری کہ جیسے تم ہی دیانت دار نوکر ہو۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اُس سے یہ توقع کیسے رکھ سکتے ہو کہ وہ تمہارے لئے کچھ کرے۔"

مومن کو معلوم تھا کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے درست ہے، اور وہ حیران ہوا کہ ہلاکو کو اِن تمام باتوں کا علم ہوا ہے۔ کہنے لگا، "مجھے اِس کا بہت افسوس ہے، اور بادشاہ مجھے معاف کر دے گا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مَیں بچّہ ہی ہوں۔"

اب تو ہلاکو زیادہ دیر تک اپنا غصہ دبا نہ سکا۔ وہ اب تک اِس لئے نرمی سے بات کر رہا تھا کہ مومن اپنی خوشی سے بادشاہ کی نوکری چھوڑ دے، لیکن جب اُسے معلوم ہوا کہ مومن اُس کی بات نہیں مانے گا تو غصے سے لال پیلا ہو گیا اور چلّا اُٹھا، "مجھے تمہارے بادشاہ سے نفرت ہے۔ تم میرے نوکر ہو اور آسمانی شہر کو کبھی نہیں جاؤ گے۔ مَیں تمہیں مار ڈالوں گا۔"

پہلی جنگ

پیشتر اِس سے کہ مومن اپنی ڈھال آگے کرتا ہلاکو نے اُس پر آتشیں تیر برسانے شروع کر دیئے۔ لگتا تھا کہ وہ جلد ہی قتل ہو جائے گا۔ لیکن داؤد اور دیو کا جو قصہ اُس نے خوب صورت محل میں سنا تھا وہ یاد آ گیا۔ وہ سوچنے لگا، "داؤد تو صرف گڈریوں کا لباس پہنے تھا، اور مَیں عمدہ ہتھیار پہنے ہوں جو بادشاہ نے عنایت کیئے ہیں۔ مَیں اُس پر توکّل رکھوں گا اور نہیں ڈروں گا۔"

تب وہ ڈھال کو مضبوطی سے پکڑ کر ہلاکو کے تیروں کو روکنے میں کامیاب ہوا۔ ہلاکو یہ دیکھ کر غصے سے پاگل ہو گیا۔ چھوٹے سپاہی پر لپک کر اُسے اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے لیا۔ مومن چند ایک تیروں کو اپنی ڈھال سے نہ روک سکا تھا، اور وہ اُسے لگے۔ اُن سے اُس کے ہاتھ پاؤں زخمی ہو گئے، اور اِتنا خون بہنے لگا کہ وہ غش کھا کر گرنے کو تھا۔

ہلاکو نے یہ دیکھ کر بچّے کو زمین پر پٹک دیا۔ مومن نے میان سے تلوار نکال لی تھی، لیکن جب ہلاکو نے اُسے زمین پر پٹکا تو یہ اُس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ لگتا تھا کہ اب وہ ظالم دشمن سے بچے گا نہیں۔لیکن جوں ہی ہلاکو اُس پر آخری وار کرنے والا تھا تو مومن نے دیکھا کہ تلوار قریب ہی پڑی ہے۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر اُسے پکڑ لیا اور پیشتر اِس کے کہ ہلاکو اپنا بچاؤ کرتا اُس نے اُسے اُس کے جسم میں گھونپ دیا جس سے اُسے بہت گہرا زخم لگا۔

بادشاہ کی تلوار سے لگے ہوئے زخم کا درد شریر سردار کے سپاہی سے کیسے برداشت ہو سکتا تھا۔ وہ چیخ اُٹھا۔ تب مومن نے جرأت کر کے

دوسری بار اپنے دشمن پر وار کیا۔ تب ہلاکو سر پر پاؤں رکھ کر وادی سے بھاگ گیا، اور مومن اکیلا ہی رہ گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ راستے میں پڑا رہا اور پھر اُٹھ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ارد گرد کی گھاس پر وہ تیز تیر پڑے تھے جو اُس پر برسائے گئے تھے۔ لیکن ہلاکو بھاگ چکا تھا۔ وہ مومن کو کہیں دکھائی نہ دیا۔

مومن سوچنے لگا، "بادشاہ نے میری مدد کی ہے۔" اِس عجیب رہائی کے لئے اُس کا دل شکرگزاری سے بھر گیا۔ لیکن بے چارے چھوٹے سپاہی کو بھی گہرا زخم آیا تھا، اور خون بہنے سے غش آ رہا تھا۔ وہ مجبور ہو کر ایک بڑی چٹان کے ساتھ سر ٹیک کر گھاس پر بیٹھ گیا۔ اِس کم زور اور نڈھال حالت میں وہ سو گیا۔ تب اُس نے ایک عجیب خواب دیکھا۔

کیا دیکھتا ہے کہ وادی میں سے ہوتی ہوئی اُس کی اپنی پیاری ماں جو اُسے عرصہ ہوا چھوڑ کر چلی گئی تھیں اُس کی طرف آ رہی ہیں۔ اُن کا چہرہ ایسا چمک رہا تھا جیسے کہ اندھیری رات میں چاند کی کرنیں چمکتی ہیں۔ اُن کے گرد روشنی معلوم ہوتی تھی۔ وہ تمیز سے بھی زیادہ خوب صورت تھیں اور اُن کی آنکھیں محبت اور رحم سے بھرپور نظر آتی تھیں۔

مومن نے اپنے ہاتھ اُن کی طرف بڑھائے۔ وہ اُس کے پاس آ کر گھاس پر بیٹھ گئیں اور مومن کو اپنی باہوں میں لے لیا۔ پھر اُنہوں نے شفقت سے اُس کے زخموں کی مرہم پٹی کی۔ مومن خاموش پڑا سوچنے لگا کہ کہیں وہ فرشتہ تو نہیں! اُنہوں نے اُس سے بات نہ کی بلکہ اُسے گھاس پر لٹا دیا اور اُس کے ماتھے پر پیار کیا۔

وہ چلّا اُٹھا، "امّی جان، امّی جان!" لیکن جب اُس نے آنکھیں کھولیں تو وہ وہاں موجود نہ تھیں۔ وہ چٹان کے پاس پڑا تھا جہاں سے وہ پوری وادی کو دیکھ سکتا تھا۔ اب وہ بالکل تنہا تھا۔ وہ اُٹھ بیٹھا اور اپنے زخموں کو دیکھنے لگا۔ اُن میں سے نہ تو اب خون بہہ رہا تھا اور نہ ہی درد تھا۔

وہ خیال کرنے لگا، "بے شک یہ خواب تھا۔ پھر بھی تمام زخم درست ہو چکے ہیں۔ لگتا ہے وہ میری اپنی امّی تھیں۔ شاید بادشاہ نے مجھے بیمار اور غش کھاتے ہوئے دیکھ کر اُنہیں میری مدد کو بھیجا ہو۔"

پھر اُسے یاد آیا کہ تمیز نے اُسے کچھ کھانا دیا تھا۔ وہ اطمینان سے کھانا کھانے لگا۔ کھانا کھاتے ہوئے اُسے خیال آیا کہ جلدی کرنی چاہیے،

کیونکہ کافی وقت ضائع ہو چکا ہے۔ کیا پتہ ہلاکو بہت دُور چلا گیا ہو یا واپس آ کر مجھے تلاش کرے۔ ہلاکو نے تو کہا تھا کہ اُس کے سپاہی آس پاس ہیں، اِس لئے اُن سے مقابلہ کرنے کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔

وہ تلوار کو پکڑ کر چاروں طرف چٹانوں اور جھاڑیوں کو دیکھتے ہوئے اپنے سفر پر روانہ ہوا۔

تاریک ترین وادی

جب مومن فروتنی کی وادی کے آخر میں پہنچا تو پچھلے پہر کا آخری وقت تھا۔ اب تک ہلاکو واپس نہیں آیا تھا۔ مومن سوچ ہی رہا تھا کہ اپنی تلوار کو واپس میان میں ڈال لے کہ کیا دیکھتا ہے کہ دو لڑکے اُس کی طرف بھاگے آ رہے ہیں۔ اُن کے چہروں کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ اُنہیں اپنی طرف آتے دیکھ کر مومن بولا، ”تم کہاں جا رہے ہو؟“

لڑکے چلّا اُٹھے، ”واپس، اور اگر تم بھی خیریت چاہتے ہو تو ہمارے ساتھ واپس چلو۔“

مومن نے پوچھا، ”کیوں، کیا بات ہے؟“

اُنہوں نے جواب دیا، ”بات یہ ہے کہ ہم بھی تمہاری طرح آسمانی شہر کو جا رہے تھے اور جہاں تک ہماری ہمّت تھی گئے بھی۔ لیکن اگر چند قدم اَور بڑھتے تو اب اِس قابل نہ ہوتے کہ واپس آ کر تمہیں بچاتے۔“

مومن نے کہا، "وہاں تم نے کیا دیکھا؟" اُس کی سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ رات کو کہاں گزارے؟ واپس جانے کا تو اُسے خیال تک نہیں تھا، کیونکہ جو فتح اُس نے ہلاکو پر حاصل کی تھی اِس سے اُسے ہمیشہ کے لئے بادشاہ کی محبت اور مدد کا یقین ہو چکا تھا۔ لیکن شاید لڑکوں سے معلوم ہو جائے کہ اپنی حفاظت کا بندوبست کیسے کر سکے۔

اُنہوں نے کہا، "ہمارے عین سامنے تاریک ترین وادی ہے، لیکن ہم نے اُسے وقت پر دیکھ لیا اور جلدی سے بھاگ آئے۔"

"وہ کیسی ہے؟"

"بڑی بھیانک۔ بڑی خطرناک جگہ ہے۔ ہم نے آج تک ایسی کوئی جگہ نہیں دیکھی۔ بس اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ سوائے دُکھی لوگوں کی چیخ پکار کے ہم نے کچھ نہیں سنا۔ یقیناً وہ ایسے مسافر ہوں گے جو راستے سے بھٹک گئے ہوں گے۔"

مومن نے پوچھا، "کیا شاہی راستہ اُس میں سے سیدھا نکلتا ہے؟"

لڑکوں نے جواب دیا، "جی ہاں۔"

"پھر ہم کیسے اُس سے بچ سکتے ہیں؟"

"اگر چاہو تو آزما لو۔ اگر اُس شہر میں پہنچنا ہو تو کوئی اَور راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔"

یہ کہہ کر وہ اُسے چھوڑ کر چلے گئے، اور مومن تلوار تھامے ہوئے آگے بڑھتا گیا۔

تاریک ترین وادی فروتنی کی وادی سے کہیں زیادہ نیچے اور تنگ تھی۔ جب مومن اُس میں داخل ہوا تو لگتا تھا کہ سر پر کالی چٹانیں گرنے والی ہیں۔ شام ہونے کو تھی، اور راستے میں اِتنی دُھند چھا گئی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ اِس دُھند میں سے کبھی کبھی روشنی کی چمک پھوٹتی تھی۔ لیکن پتہ نہیں چلتا تھا کہ آگ کے شعلے ہیں یا بجلی کے۔

ساتھ ساتھ اِتنی خطرناک آوازیں گونج رہی تھیں کہ اُس کا دل دہل گیا۔ شعلوں کی روشنی میں اِتنا نظر آتا تھا کہ راستہ بڑا خطرناک ہے۔ دائیں ہاتھ گہری کھڈ اور بائیں ہاتھ دلدل تھی۔ سوائے اِس کے اَور کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے آپ کو دونوں طرف گرنے سے بچائے۔

سفر کا یہ مرحلہ نہایت ہی مشکل تھا۔ گو وہ بادشاہ اور اُس کی نیکی پر سوچتا رہا تو بھی وہ دہشت کی گرفت میں رہا۔ وادی کے ایک حصے میں شریر سردار کے نوکر بے چارے مسافروں کو تنگ کرنے کی تاک میں بیٹھے تھے۔ وہاں اُسے اپنے پیچھے آواز یوں سنائی دی جیسے کہ کوئی اُس کے کانوں میں گندی باتیں پھسپھسا رہا ہو۔ لیکن کوئی دکھائی نہ دیا، اور مومن یہ سوچتے ہوئے پریشان ہوا کہ شاید مَیں نے خود ہی یہ گالیاں دیں۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں اِس حرکت سے بادشاہ ناراض نہ ہو جائے۔

آدھی رات کو جب وہ تاریکی میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا تو اچانک دُور سے پاؤں کی آہٹ سنائی دی۔ کچھ لوگ اُس کی طرف چیختے چلّاتے بڑھے چلے آ رہے تھے۔ وہ سمجھا، ”یہ شریر سردار کے نوکروں کا جتھا ہو گا، وہ مجھے تکلیف دیں گے اور ممکن ہے قتل بھی کر دیں۔“

اُس کا جسم کانپنے لگا، اور وہ سچ مچ واپس چلے جانے پر مائل ہو رہا تھا۔لیکن اب وہ وادی کا کافی سفر طے کر چکا تھا اِس لئے کہنے لگا کہ "شاید اب مَیں نکلنے والا ہوں۔ اِس صورت میں آگے بڑھنا پیچھے مڑنے سے بہتر ہے۔"

اُسی وقت کیا دیکھتا ہے کہ شریر سپاہیوں نے دوسرا راستہ اختیار کرلیا ہے۔ اُن کی آوازیں ہولے ہولے دُور ہوتی گئیں۔ جب خاموشی دوبارہ چھا گئی تو مومن کے آگے آگے آسمانی شہر کے کسی اَور مسافر کی آوازسنائی دی جو بادشاہ کی کتاب میں سے خوب صورت الفاظ دُہرا رہا تھا۔ یہ سن کر مومن کو اطمینان ہوا۔ اندھیرا اِس قدر تھا کہ پتہ نہ چلا کہ دوسرا مسافر کون ہے۔ البتہ بڑی اُمید تھی کہ وفادار ہو گا اور کہ وہ اُسے جلدی جا لے گا۔ اُس نے اُسے آواز دی۔ وفادار نے مومن کی آواز تو سنی، لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ کون اُسے بلا رہا ہے، اِس لئے اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر بھی مومن کو یقین تھا کہ وہی ہے، اورتنہائی کا خوف جاتا رہا۔

سفر میں ساتھی

اُس رات مومن کو آرام نہ ملا۔ اُس تاریک ترین وادی میں لیٹ کر سو جانے کی اُسے کیسے جرأت ہو سکتی تھی! اُسے یہ فکر تھی کہ کہیں شریر سپاہی جو چٹانوں پر اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے اُسے اُٹھا کر برباد نگر نہ لے جائیں۔ گو وہ تھکا ماندہ تھا، پھر بھی دلیری سے دُھند اور اندھیرے کو چیرتے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا۔ ساتھ ساتھ وہ اپنے دل میں دعا کرتا رہا کہ بادشاہ میرا نگہبان ہو۔ اُسے بادشاہ کی کتاب کا یہ جملہ بھی یاد رہا کہ "وہ اپنے فرشتوں کو ہر راہ پر تیری حفاظت کرنے کا حکم دے گا۔"

پھر اُسے محافظ فرشتے کی تصویر جو خوب صورت محل میں پڑی تھی یاد آئی۔ دل میں کہنے لگا، "تصویر درست ہے۔ وہ بچّہ بھی ایسے ہی راستے پر جا رہا تھا، اور بادشاہ کا فرشتہ اُس کی حفاظت کر رہا تھا۔ شاید اِس وقت میرے ساتھ بھی کوئی فرشتہ ہو۔"

مومن کا یہ خیال درست تھا۔ اِس بھیانک رات میں فرشتہ اُس کے ساتھ تھا۔ گو مومن کو یہ نورانی محافظ نظر نہ آیا تو بھی اُس کے مہربان ہاتھ اُسے راستے کے خطروں سے بچانے کے لئے پھیلے ہوئے تھے۔ اور اگر کہیں اِس پُرخطر راستے پر سے اُس کے پاؤں پھسلتے تو اُس کے زورآور بازو اُسے مضبوطی سے سنبھالنے کو تیار تھے۔

آخرکار دُھند چُھٹی، اور اُس کے اوپر روشنی چمکنے لگی۔ مومن نے جو اوپر دیکھا تو اُسے لٹکتی چٹانوں کے درمیان آسمان کی جھلک نظر آئی۔ اِس سے اُس نے اندازہ لگایا کہ دن نکلنے والا ہے۔ جوں ہی سورج کی سنہری کرنیں تاریک ترین وادی میں چمکنے لگیں اُس نے اطمینان کا سانس لے کر پیچھے دیکھا۔ اُسے اپنے اردگرد کالی چٹانیں اور تنگ راستہ نظر آیا جس کے ایک طرف دلدل اور دوسری طرف گہرے گڑھے تھے جو رات کی نسبت اب کہیں زیادہ خطرناک نظر آتے تھے۔ مومن حیران ہوا کہ وہ حفاظت سے ایسے خوف ناک مقام سے نکل آیا تھا۔

پھر اُس نے آگے دیکھا اورشکر کیا کہ دن نکل آیا ہے۔ کیونکہ مسافروں کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے اور تکلیف دینے کے لئے

شریر سپاہیوں نے باقی ماندہ راستے میں جال اور پھندے بچھا رکھے تھے۔ اُنھوں نے خطرناک جگہوں پر گڑھے بھی کھود رکھے تھے۔ راستے کو مشکل اور خطرناک بنانے میں جو کچھ اُن سے ہو سکتا تھا اُنھوں نے کر رکھا تھا۔ مومن سوچنے لگا، "اگر مجھے اندھیرے میں یہاں سے گزرنا پڑتا تو عین ممکن تھا کہ پھنس کر گر جاتا اور زخمی ہو جاتا۔"

تاریک ترین وادی کے آخر میں پہاڑ کے ایک طرف بڑا سا غار تھا جس میں کبھی دو زبردست دیو رہتے تھے۔ جب کبھی کسی مسافر کا اُن کی کھوہ سے گزر ہوتا تو دیو اُس پر حملہ کر کے مار ڈالنے کی کوشش کرتے۔ یہ جگہ

کافی مُدّت تک خطرناک بنی رہی، لیکن ایک دیو مر گیا اور دوسرا بُڑھاپے کے باعث کم زور ہو گیا تھا، اِس لئے اب وہ مسافروں پر لپکنے کے قابل نہ رہا تھا۔

مومن غار کے قریب پہنچا تو اُس نے دیکھا کہ دیو باہر بیٹھا ہے۔ اُسے کچھ ڈر تو لگا لیکن جب دیو میں حرکت پیدا نہ ہوئی تو وہ آگے بڑھنے لگا۔ اُسے دیکھ کر دیو کو بڑا غصہ آیا، اور وہ چاہتا تھا کہ لڑکے کو پکڑ کر غار میں لے جائے۔لیکن چونکہ اُس میں طاقت نہیں تھی اِس لئے مومن وہاں سے بے خطر نکل گیا۔

تاریک ترین وادی اپنے تمام خطروں سمیت پیچھے رہ گئی، اور سامنے کی زمین اونچی ہوتی گئی۔ مومن پُھرتی سے راستے پر چڑھتا گیا۔ جب چوٹی پر پہنچا تو اُسے کچھ فاصلے پر سڑک دکھائی دینے لگی۔

تھوڑا سا آگے ایک لڑکا شاہی شہر کو منہ کئے جا رہا تھا۔ اُس نے مومن کی مانند سفید پوشاک پہنی ہوئی تھی، لیکن اُس کے پاس ہتھیار نہ تھے۔ مومن نے سوچا، ”ضرور وفادار ہو گا۔“ اور پکارنے لگا، ”ٹھہر جاؤ، مَیں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔“

یہ سن کر وفادار نے پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ مومن نے پھر آواز دی، ”میرے پہنچنے تک ٹھہرے رہو۔“

لیکن وفادار نے جواب دیا، ”مَیں شاہی شہر کو جا رہا ہوں، اور دشمن پیچھے لگے ہوئے ہیں۔“

مومن یہ دیکھ کر غصے ہوا کہ وفادار انتظار کرنے کو تیار نہیں۔ وہ دوڑنے لگا اور وفادار کو پیچھے چھوڑتا ہوا اُس سے آگے نکل گیا۔ لیکن وہ یہ دیکھنا بھول گیا کہ کہاں جا رہا ہے۔ اچانک اُس کے پاؤں کو پتھر کی ٹھوکر لگی اور وہ زمین پر گر پڑا۔ یہ دیکھ کر وفادار اُس کی طرف دوڑا اور اُسے کھڑا کیا۔

وفادار کا قصّہ

ایک دوسرے کو دیکھ کر دونوں لڑکے بڑے خوش ہوئے، کیونکہ برباد نگر میں یہ دونوں دوست تھے۔ وفادار شروع سے خاموش مزاج اور سمجھ دار لڑکا تھا۔ اُس وقت وہ اور مومن مل کر بادشاہ کی کتاب اور اُن عُمدہ عُمدہ باتوں کا مطالعہ کرتے رہتے تھے جو اجنبی اُنہیں سناتے تھے۔

مومن نے کہا، ”تمہیں مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ مل کر سفر کرنا اچھا رہے گا۔“

وفادار نے جواب دیا، ”میرا ارادہ تھا کہ سارا سفر تمہارے ساتھ رہوں، لیکن تم اِتنی جلدی چل پڑے کہ مجھے تمہارے چلے جانے کے بعد ہی پتہ لگا۔“

”تم شہر میں کتنے دن اَور ٹھہرے رہے؟“

"صرف دو یا تین دن۔ تمہارے جانے کے بعد لڑکوں میں بادشاہ کے پیغاموں کے بارے میں بڑی بات چیت ہوئی، لیکن مجھے لگا کہ وہ اِن کا یقین نہیں کرتے تھے۔"

وہ دودلا سے کیا کہتے تھے؟"

"اُسے دیکھتے ہی معلوم ہوا کہ وہ کہاں گیا تھا، کیونکہ جب وہ پہنچا تو کیچڑ میں لت پت تھا۔ وہ اُس کا مذاق اُڑانے لگے اور اُسے اپنے ساتھ کھیلنے بھی نہیں دیتے تھے۔"

مومن بولا، "مذاق اُڑانے کی کیا ضرورت تھی جبکہ وہ خود آنا ہی نہیں چاہتے تھے۔"

"اصل میں وہ اُسے اِس لئے چھیڑتے رہے کہ پہلی مُصیبت پر ہی دُم دبا کر بھاگ آیا۔ دوسرے دن مَیں نے اُسے گلی میں دیکھ کر تمہارے بارے میں دریافت کرنا چاہتا تھا، لیکن وہ کھسک کر یوں غائب ہو گیا جیسے مجھے دیکھا ہی نہیں۔"

مومن نے کہا، "افسوس کہ وہ پھر گھر لَوٹ گیا۔ اب اپنی سناؤ۔"

وفادار بولا، "مَیں دلدل میں نہ گرا۔ ہاں، تنگ دروازے پر پہنچنے سے پہلے مجھے عیاش نامی لڑکی ملی۔ وہ شریر سردار کے محل کی نوکرانی ہے۔ جب اُسے معلوم ہوا کہ مَیں کہاں جا رہا ہوں تو اُس نے بڑی کوشش کی کہ اُس کے ساتھ واپس ہو جاؤں۔ مجھے ڈر تھا کہ اُس کی مان جاؤں گا، کیونکہ وہ لمبی اور طاقت ور تھی۔ لیکن جو کچھ اُس نے کہا اُس کی مَیں نے سنی ہی نہیں۔ آخرکار اُس نے مجھے کہا، "تم بے وقوف لڑکے ہو اور اِس لائق نہیں کہ تم سے بات کی جائے۔"

مومن کو یاد آیا کہ جب دُنیا دار نے اُسے دھوکا دیا تو اُس نے کس طرح سیدھے راستے سے منہ موڑ لیا تھا۔ وہ کہنے لگا، "اچھا ہوا کہ تم نے اُس کی بات نہ سنی۔ اُس کے علاوہ کسی اَور کو بھی ملے؟"

"کچھ عرصے تک تو نہیں، لیکن جب مَیں کوہِ مشکل پر پہنچا تو وہاں سڑک کے کنارے مجھے ایک بوڑھا آدمی ملا۔ اُس نے پوچھا، 'کیا تم آسمانی شہر کو جا رہے ہو؟ میرا مشورہ ہے کہ تم میرے ساتھ جا کر رہو۔ مَیں تمہارے ساتھ اچھا سلوک کروں گا، اور میری وفات پر میرا تمام مال و دولت تمہارا ہی ہو گا۔' وہ اِتنا خوش مزاج تھا کہ مَیں اُس کی سنے بغیر نہ رہ سکا اور اُس کے ساتھ جانے پر قریب قریب رضامند ہو گیا۔"

مومن چلّا اُٹھا، "اوہو، وہ تمہیں شریر سردار کے پاس لے جاتا۔"

"ہاں، ہاں۔ وہ یہی چاہتا تھا۔ لیکن جب مَیں نے غور سے دیکھا تو وہ عجیب انداز سے مسکرا رہا تھا۔ اُس وقت مجھے خیال آیا کہ کہیں شریر سردار کے نوکروں میں سے نہ ہو۔ اِس لئے مَیں نے کہا، 'مَیں نہیں جاؤں گا۔'"

یہ سن کر وہ ناراض ہو کر کہنے لگا، 'مَیں تجھے سزا دینے کو کسی کو بھیج دوں گا۔' پھر بھی مَیں اُس سے بچ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔"

مومن نے پوچھا، "تو کیا اُس نے کسی کو بھیجا؟"

"جی۔ جب مَیں اُس سائے دار جگہ سے گزر رہا تھا تو مَیں نے سنا کہ کوئی تیزی سے میرے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ وہ بادشاہ کا خادم تھا۔ کہنے لگا، "پہلے تم نے بوڑھے آدمی کی بات مانی، اِس لئے مَیں تمہیں سزا دینے آیا ہوں۔" اُس کا نام عدل تھا۔ وہ مجھے اِس طرح ڈنڈا مارنے لگا جیسا کہ مار ڈالنا چاہتا ہو۔ لیکن اُس وقت ایک رحم دل آدمی آیا اور عدل سے کہنے لگا کہ "اِسے زیادہ مت مارنا۔" پہلے تو مَیں نے اُسے نہیں پہچانا، لیکن جب وہ پہاڑ پر چڑھنے لگا تو مَیں نے اُس کے پاؤں پر نشان دیکھے اور مجھے یقین آیا کہ وہ ہمارا پیارا شہزادہ ہے۔"

مومن نے کہا، "مَیں نے عدل کے بارے میں سنا ہے، لیکن شہزادہ اُسے مسافروں کو حد سے زیادہ سزا دینے نہیں دیتا۔ کیا تم نے پہاڑ کی چوٹی پر محل دیکھا؟"

”جی، دیکھا۔ شیر بھی دیکھے۔ وہ سوئے پڑے تھے۔ ابھی سویرا تھا، اِس لئے آگے نکل جانے کا فیصلہ کیا۔“

”چوکس نے مجھے بتایا کہ اُس نے تمہیں دیکھا۔ کاش تم محل میں ٹھہر جاتے! وہاں کے لوگ بڑے اچھے ہیں۔ کیا وادی میں کسی سے ملاقات ہوئی؟“

”بے قناعت سے ملاقات ہوئی۔ وہ تو سچ مچ اُکتا دینے والا بندہ ہے۔“

”کیا تمہاری ہلاکو سے ملاقات نہ ہوئی؟“

”نہیں۔“

مومن نے کہا، ”میری ہوئی۔ مَیں تو اُس سے بال بال بچ گیا۔“

باتونی

دونوں لڑکے آپس میں باتیں کرتے خوشی خوشی چل رہے تھے کہ اچانک شاہی راستہ معمول سے زیادہ چوڑا ہوا۔ اب کیا دیکھتے ہیں کے سڑک کے دوسرے کنارے ایک اَور لڑکا چلا آ رہا ہے جو بڑا خوب صورت ہے۔ وفادار کو خیال آیا کہ یہ اچھا ساتھی رہے گا۔ اُس سے پوچھنے لگا، ”کیا تم بھی آسمانی شہر کو جا رہے ہو؟“

لڑکے نے جواب دیا، ”جی ہاں۔“

وفادار بولا، ”تو آؤ، اکٹھے چلیں۔ ہم بھی اُسی طرف جا رہے ہیں۔“

لڑکے نے جواب میں کہا، ”مَیں بھی یہی چاہتا ہوں۔“ وہ قریب آ کر وفادار سے بات کرنے لگا۔ اُسے بادشاہ، اُس کے خادموں اور اُس کی شریعت کے بارے میں بہت کچھ معلوم تھا۔ وفادار کو بڑی خوشی ہوئی کہ ایک ایسا دوست ملا ہے جو اِتنا اچھا اور ہوشیار ہے۔

اب وہ مومن کے انتظار میں جو اُس سے چند قدم پیچھے تھا رک گیا اور اُس کے کان میں کہنے لگا، "کیسا اچھا لڑکا ہے۔ مجھے یقین ہے یہ اچھا ساتھی ثابت ہو گا۔"

مومن مسکرایا اور پوچھنے لگا، "جانتے ہو یہ کون ہے؟"

وفادار بولا، "نہیں۔ اِس سے پہلے مجھے کبھی نہیں ملا۔"

"سچ؟ وہ تو ہمارے شہر کا رہنے والا ہے۔ اُس کا نام باتونی ہے۔ یہ اکثر اپنے آپ کو بادشاہ کا مسافر جتاتا رہتا ہے۔ لیکن مجھے خیال تک نہ آیا کہ یہاں تک پہنچ جائے گا۔"

"کیا وہ شریر لڑکا ہے؟"

"مجھے شک ہے کہ اُسے بادشاہ سے محبت نہیں۔ تمہیں جلد ہی پتہ چل جائے گا۔"

اب وفادار پھر دوڑ کر باتونی کے پہلو میں چلنے لگا۔

وفادار نے سوچا، "ممکن ہے وہ اُتنا بُرا نہ ہو جتنا مومن سمجھتا ہے۔ ہم اُسے اپنے ساتھ جانے پر آمادہ کر لیں۔" لیکن لڑکے نے جتنی زیادہ باتیں کیں اُتنا ہی زیادہ وہ وفادار کو بُرا لگا۔ آخر میں اُسے یقین ہو گیا

کہ ہم دونوں کبھی دوست نہیں بن سکتے۔ ظاہر تھا کہ باتونی بڑا شیخی باز اور بے وقوف ہے۔ بے شک وہ بادشاہ کی تعریف کرکے کہتا تھا کہ اُس کا خادم ہونا بڑی خوش قسمتی ہے، تو بھی وفادار کو اُس میں آسمانی شہر میں داخل ہونے کا کوئی جذبہ دکھائی نہ دیا۔

کچھ عرصہ تو وفادار خاموشی سے اُس کی باتیں سنتا رہا۔ وہ بادشاہ کی مہربانیوں کا ذکر کرتا رہا۔ پھر وفادار کہنے لگا، "لگتا ہے کہ تم بادشاہ کی شریعت کے بڑے فرماں بردار ہو۔"

باتونی کو بڑی شرم محسوس ہوئی، کیونکہ گو وہ اپنے دوستوں کو تو بادشاہ کے احکام بتاتا رہتا تھا، لیکن خود وہ ہمیشہ اپنی ہی مرضی کے تحت چلتا تھا۔ اِس لئے بگڑ کر کہنے لگا، "تمہیں اِس سے کیا مطلب؟"

وفادار نے جواب دیا، "اگر تم بادشاہ سے محبت کا اِتنا دعویٰ کرتے ہو تو تمہیں اچھی طرح اُس کی خدمت بھی کرنی چاہئے۔"

باتونی نے جواب دیا، "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ مَیں اُس کی خدمت نہیں کرتا؟"

وفادار نے کہا، ”مَیں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن مجھے شک ہے کہ تم اُس کی خدمت نہیں کرتے۔“

”مَیں نہیں سمجھتا۔ تم جیسے جھوٹے لڑکے کو مجھے نصیحت کرنے کا حق کیسے حاصل ہوا،“ باتونی غصے سے چلّا اُٹھا۔ ”مَیں تم سے بہت بڑا ہوں۔“

”میرا مطلب تمہیں نصیحت کرنا نہیں، لیکن مجھے یقین نہیں آتا کہ تم سچ مچ آسمانی شہر کے مسافر ہو۔“

”مَیں حقیقی مسافر ہوں۔ لیکن مَیں جانتا ہوں کہ کیا بات ہوئی ہے۔ جب تم پلٹ کر مومن سے بات کرنے گئے تو اُس نے میرے بارے میں بہت سے قصے بتائے ہوں گے۔ اب تم اُن ہی کو درست مانتے ہو۔“

وفادار کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے، کیونکہ ظاہر تھا کہ باتونی بہت ہی ناراض ہے۔ وہ خاموشی سے چلتا گیا۔ آخر باتونی بولا، ”مجھے کیا پروا۔ اگر تم میرے بارے میں بُری باتیں مانتے ہو تو یہ تمہاری اپنی غلطی ہے، میری نہیں۔ ویسے تم بس جنگلی اور بدتمیز لڑکے ہو، اور

مَیں تم سے اَور باتیں نہیں کرنا چاہتا۔ تم اپنا راستہ لو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

وہ اِتنا ناراض تھا کہ وفادار نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ اُس کا ساتھ چھوڑ کر مومن کا انتظار کرنے لگا۔ وہ جلد ہی اُس سے آملا۔

یہ ماجرا سن کر مومن بول اُٹھا، "فکر نہ کرو۔ اچھا ہوا کہ وہ ہمارے ساتھ نہیں رہا۔ بھلا اُس سے ہمیں کیا حاصل ہو سکتا تھا۔"

مبشّر کا مشورہ

دونوں مسافر باتونی سے جُدا ہونے کے تھوڑے عرصے بعد ایک وسیع اُجاڑ میدان میں پہنچ گئے۔ وہاں نہ تو کوئی درخت تھا اور نہ ہی چھوٹی چھوٹی سوکھی گھاس پر کوئی پھول تھا۔ شاہی راستہ اُس میں سے سیدھا گزرتا گیا، اور مومن کو خوشی ہوئی کہ مَیں اِس وسیع اور سنسان میدان میں اکیلا نہیں۔ وفادار کی رفاقت کے باعث وقت جلد گزر گیا۔ اور جب پچھلا پہر ختم ہوا تو لڑکوں کو یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ وہ میدان کی سرحد سے زیادہ دُور نہیں ہیں۔ میدان کے آگے سرسبز اور خوب صورت علاقہ تھا، اور بڑی اُمید تھی کہ جلد ہی بادشاہ کے کسی دوسرے مکان تک پہنچ جائیں گے، جہاں صبح تک آرام مل جائے۔

وفادار کو کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ مڑ کر دیکھا تو اُسے ایک پرانے دوست کا جانا پہچانا چہرہ نظر آیا۔

ایک پل تو وہ چپ چاپ کھڑا رہا اور پھر چلّا اُٹھا، "مومن! مومن! دیکھتے ہو ہمارے پیچھے کون آ رہا ہے؟"

مومن نے مڑ کر دیکھا تو خوشی سے تالی بجانے لگا، "یہ تو مبشّر ہے۔"

لڑکوں کو جب اُن کا اچھا دوست نظر آیا تو بہت ہی خوش ہوئے۔ مبشّر نے اُن سے بہت کچھ سنا۔ وہ مسکرانے لگے کہ لڑکے کس شوق سے اپنا تجربہ اور کارکردگی سنا رہے ہیں۔

آخر میں اُس نے کہا، "بادشاہ نے تم پر بڑی مہربانی کی ہے۔ بے شک تمہارا دشمنوں سے بھی پالا پڑا اور مصیبتیں بھی آئیں، لیکن اُس نے ہمیشہ تمہاری مدد کی۔ وہ اب بھی تمہاری مدد کرے گا۔ شرط یہ ہے کہ تم اُس پر بھروسا رکھو۔"

مومن نے کہا، "وہ یقیناً مدد کرے گا۔"

وفادار نے مضبوطی سے مبشّر کا ہاتھ پکڑ لیا، کیونکہ وہ بات کرنے سے شرماتا اور قدرے ڈرتا تھا۔ لیکن مبشّر جانتا تھا کہ وہ اپنے سارے دل سے بادشاہ سے محبت اور اُس پر پورا بھروسا رکھتا ہے۔ ہاں، اگر شریر

سردار کے نوکروں نے اُس پر حملہ کیا تو وہ بھی مومن کی سی جرأت دکھائے گا۔

مومن نے کہا، "مہربانی سے راستے کے بارے میں ہمیں اَور بتائیے۔ آپ کے خیال میں اب سے آسانی ہو گی یا ہمیں پھر خطرناک مقامات سے گزرنا پڑے گا؟"

مبشّر سنجیدہ ہو کر کہنے لگا، "مَیں تم سے ملنے آیا ہوں، کیونکہ بہت جلد تم لوگ ایک بڑے شہر میں پہنچنے والے ہو جو شریر سردار کا ہے۔ یہ خوب صورت شہر ہر قسم کی قیمتی چیزوں سے بھرا پڑا ہے۔ اکثر مسافر جب اِس میں داخل ہوتے ہیں تو اُن کا جی للچاتا ہے کہ آگے جانے کی بجائے وہیں رہ جائیں۔ مَیں نہیں چاہتا کہ تم بے وقوف بنو، اِس لئے تمہیں خبردار کرنے آیا ہوں۔"

وفادار بولا، "تو ایسی جگہ سے ہمیں کیوں گزرنا پڑتا ہے؟"

"شریر سردار کے حکم پر اِس شہر کو شاہی راستے کے دونوں طرف تعمیر کیا گیا تاکہ اِس کے بیچ میں سے گزرے بغیر مسافر آسمانی شہر کو نہ جا سکیں۔

"تو ہمیں کیا کرنا چاہیئے؟"

"گلی کوچوں میں سے چپ چاپ گزرتے جانا۔ بازار کی دکانوں میں پڑی ہوئی خوب صورت چیزوں کو آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھنا اور نہ ہی بچّوں کی باتوں میں آ کر کھیلنے لگنا۔ عام طور پر تو شہری لوگ مسافروں کو اِتنی تکلیف نہیں دیتے، لیکن کبھی کبھی وہ اُن سے بہت بُرا سلوک کرتے ہیں۔"

مومن نے پوچھا، "تو کیا وہ ہمیں قتل کر دیں گے؟"

مبشّر نے جواب دیا، "ممکن ہے تمہیں قید کر دیں۔ اور بعض اوقات اُنھوں نے یہاں تک ظلم کیا ہے کہ جن لوگوں نے اُن کے سردار کی فرماں برداری نہیں کی اُن کو قتل بھی کر دیا۔ لیکن گھبرانا نہیں۔ اگر تم وہاں مر بھی گئے تو بادشاہ اپنے فرشتے بھیجے گا جو تمہیں سیدھے آسمانی شہر میں لے جائیں گے جہاں تمہیں آئندہ کسی قسم کا دکھ درد نہیں ہو گا۔"

جب مبشّر نے لڑکوں کو الوداع کہا تو سورج غروب ہو رہا تھا۔ اندھیرا چھانے سے پیشتر اُنہیں کچھ فاصلے پر ایک شان دار شہر کی دیواریں اور پھاٹک نظر آئے۔

مومن نے وفادار سے کہا، ”کیا تمہیں ڈر لگتا ہے؟“

وفادار نے جواب دیا، ”اِتنا بھی نہیں۔ بادشاہ ہماری حفاظت کرے گا۔ نہ صرف یہ بلکہ تمہارے پاس تو ہتھیار بھی ہیں۔

”ہاں۔ کاش کہ تم بھی خوب صورت محل میں رک جاتے تو تمہیں بھی اِسی قسم کے ہتھیار مل جاتے!“

وفادار بولا، ”کوئی بات نہیں۔ مَیں تمہارے قریب رہوں گا۔ اگر مَیں قتل ہو گیا تو مجھے اَور دشمنوں کا مقابلہ کرنے سے نجات مل جائے گی۔“ وہ مومن کا ہاتھ تھامے چل دیا۔

مومن کو بادشاہ کا خیال آیا، اور وہ کوشش کرنے لگا کہ خوف زدہ نہ ہو۔ چوڑے دروازے سے گزرتے ہی وہ اُن کے پیچھے دھڑام سے بند ہو گیا۔ اُس نے وفادار کے کان میں کہا، ”کاش اِس وقت مبشّر میرا ہاتھ پکڑتا!“

وفادار بولا، ”ہاں، شاید اگر ہم اُسے کہتے تو وہ ہمارے ساتھ ہی شہر میں سے گزرتا۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ ہمیں اُس وقت خیال ہی نہ آیا۔“

بطلان میلا

شریر سردار کو آسمانی شہر کے نیک بادشاہ سے سخت دشمنی تھی۔ مسافروں کو برباد نگر سے نکل کر بادشاہ کے ملک کو جاتے ہوئے دیکھ کر وہ بڑی اُلجھن میں رہتا تھا۔ اِسی لئے اُس نے تاریک ترین وادی اور بیابان کے پاس ہی بطلان میلا نامی شہر آباد کیا تھا۔ وہ تو جانتا تھا کہ اُس کے پھاٹکوں تک پہنچتے پہنچتے مسافر تھک کر چُور ہو چکے ہوں گے۔ اُنہیں آسانی سے ورغلایا جا سکے گا کہ آگے شاہی راستے پر جانے کی بجائے وہیں رک کر آرام کریں۔ اِس مقصد کے تحت شہر میں ہر قسم کی عمدہ اور قیمتی چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ ہر طرف کشادہ گلیاں، شاندار مکان اور عمدہ سامان سے بھری ہوئی دکانیں۔ لوگ دن بھر آنے جانے میں مصروف رہتے۔ نفیس لباس پہنے ہوئے وہ تمام وقت عیش و عشرت میں گزارتے تھے۔ شریر سردار اُنہیں خوش رکھنے کے لئے ہر قسم کی قیمتی

چیزیں دیتا رہتا تاکہ ایک پل کے لئے بھی بادشاہ کا خیال نہ آئے۔ بطلان میلا میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد اکثر مسافر تو بادشاہ کو بالکل بھول جاتے تھے۔ تب وہ بھی شریر سردار کے نوکروں کے ساتھ مل کر نئے مسافروں کو ورغلانے لگتے کہ سفر ترک کر دیں۔

دونوں لڑکے شہر میں پہنچے تو اندھیرا ہو چکا تھا۔ اُنہوں نے پھاٹک کے پاس صبح تک ایک محفوظ کونے میں رات بسر کی۔ جوں ہی سورج نکلا اُنہوں نے شہر میں چلنا شروع کیا، کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ سویرے چلے تو گلیوں میں بھیڑ لگنے سے پہلے پہلے وہ دوسرے پھاٹک پر پہنچ جائیں گے۔ لیکن مومن کے چمکتے ہوئے ہتھیار اور دونوں کا سفید لباس بطلان میلا کے بچّوں کے لباس سے بہت فرق تھا۔ وہ ابھی تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ چند ایک بچّوں کا دھیان اُن پر جا پڑا۔

لڑکے چلّانے لگانے، "ارے وہ ہیں دو مسافر۔ آؤ چلیں، اُنہیں روکیں۔"

مومن اور وفادار نے سنا کہ لڑکے اُن کے پیچھے بھاگے آ رہے ہیں، لیکن اُنہوں نے اِدھر اُدھر نہیں دیکھا۔

مومن نے کہا، ”ہمیں بالکل دھیان نہیں دینا چاہیئے۔ کیا پتہ وہ ہم سے صرف بات ہی کریں۔“

لیکن جب لڑکے پہنچے تو اُنھوں نے مسافروں کے گرد گھیرا ڈال کر اُن کا راستہ روک لیا۔ اُن میں سے ایک بولا، ”بتاؤ، تم کہاں سے آ رہے ہو؟“

دوسرا چلّا اُٹھا، ”اور یہ ہتھیار اور یہ سفید پوشاک تمھیں کس نے دی ہے؟“

تیسرے نے پوچھا، ”تم دکانیں کیوں نہیں دیکھتے؟ تم جیسے لڑکے تلوار اور ڈھال نہیں لگاتے۔ اِنہیں بیچ کر اچھی اچھی چیزیں خرید لو۔“

تمام لڑکوں کو بولتا سن کر مومن کو کوئی جواب بن نہ آتا تھا۔ وہ گھبرا گیا۔ لیکن وفادار نے جرأت سے جواب دیا، "ہمیں تمہاری چیزوں کی خواہش نہیں، ہم تو آسمانی شہر کو جا رہے ہیں۔"

یہ سن کر لڑکوں نے بدتمیزی سے ہنسنا شروع کیا۔ ایک نے وفادار کو دھکّا دیا۔ اگر اُس نے مومن کا ہاتھ نہ پکڑا ہوتا تو گر پڑتا۔

اِتنے میں بڑی عمر کے لڑکے بھی دَوڑ کر وہاں پہنچ گئے، اور چند ایک اَور لوگ بھی تماشا دیکھنے کو کھڑے ہو گئے۔ ساتھ ساتھ شریر سردار کا ایک نوکر بھی وہاں پہنچ گیا اور مومن کے چمکتے ہوئے ہتھیار دیکھ کر بھانپ گیا کہ یہ لڑکے مسافر ہیں۔ وہ بھیڑ کو چیر کر آگے بڑھا اور دونوں کو شانے سے پکڑ کر پوچھنے لگا، "کیا کر رہے ہو؟ ہمارا سردار بچّوں کو گلیوں میں لڑنے نہیں دیتا۔"

مومن بولا، "ہم نہیں لڑ رہے۔ ہم تو چپ چاپ چل رہے تھے۔"

آدمی نے جواب دیا، "یہ جھوٹ ہے۔ تمہاری ہی وجہ سے یہاں بھیڑ لگی ہے، اور تم ہی اِس گڑبڑ کے ذمے دار ہو۔ میرے ساتھ چلو۔"

وفادار بولا، "ہم بادشاہ کے مسافر ہیں۔ ہم کسی سے لڑتے جھگڑتے نہیں۔ ہم تو صرف شہر میں سے گزر رہے ہیں۔"

آدمی نے جواب دیا، "مجھے بادشاہ کے مسافروں کا علم نہیں۔ مَیں اِتنا جانتا ہوں کہ تم دونوں بے وقوف اور فسادی ہو۔ لازم ہے کہ تمھیں حاکم کے آگے پیش کیا جائے۔"

وہ دونوں کو پکڑ کر گلیوں میں سے ہوتا ہوا حاکم کے پاس پہنچ گیا۔ شہر کے بچّے بے چارے مسافروں کا مذاق اُڑاتے اور اُن کی نقلیں اُتارتے اُن کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔

بادشاہ کی خاطر دُکھ

شہر کا حاکم شریر سردار کا خاص آدمی تھا۔ اُسے بھی بادشاہ اور اُس کے مسافروں سے اُتنی ہی نفرت تھی جتنی کہ اُس کے مالک کو۔ جب وفادار اور مومن کو اُس کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ بڑا خوش ہوا کہ اُن کو نقصان پہنچانے کا بہانہ مل گیا ہے۔ کہنے لگا، ”تم دونوں بڑے

خراب لڑکے ہو۔ تمہیں پِٹوا کر لوہے کے پنجرے میں بند کر دیا جائے گا تاکہ شہر کے بچّوں کو عبرت ہو۔"

مسافروں کے لئے کچھ کہنا بے کار تھا۔ مومن کی آنکھوں میں حاکم کی ظالمانہ بات سُن کر آنسو آ گئے۔ وہ سوچنے لگا، "جو کچھ مجھ پر بیت رہی ہے کیا میری ماں کو اُس کا علم ہے؟"

وفادار کا رنگ زرد ہو گیا، لیکن وہ مومن کے کان میں بولا، "مبشّر نے کہا تو تھا کہ یہ ہمیں تکلیف دیں گے۔ لیکن اگر ہم مرے تو سیدھے آسمانی شہر میں پہنچیں گے۔ مَیں بادشاہ کی باتوں سے لگا رہوں گا، کیونکہ وہ یقیناً میری مدد کرے گا۔ رونے دھونے کی ضرورت ہی نہیں۔"

یہ کچھ سن کر مومن نے ارادہ کر لیا کہ مَیں بھی جرأت دکھاؤں گا۔ اُسے ترجمان کے گھر میں لگی ہوئی اچھے چرواہے کی تصویر یاد آئی جس میں چرواہے کے پاؤں زخمی تھے اور اُن میں سے خون ٹپک رہا تھا۔ مومن نے خیال کیا، "وہ ہمارا شہزادہ ہے، پھر بھی اُس نے دُکھ درد کی پروا نہ کی۔ مَیں بھی پروا نہیں کروں گا، کیونکہ مَیں بھی بادشاہ کا خادم ہوں، اور میری کتاب میں لکھا ہے کہ بادشاہ کے خادموں کو شہزادے کی

مانند ہونا چاہیئے۔" گو اُس کی پیٹھ اور بازو بھاری ڈنڈوں سے زخمی ہو چکے تھے تو بھی اُس نے بہادر سپاہی کی طرح سب کچھ برداشت کیا اور کسی قسم کا واویلا نہ کیا۔

لوہے کا پنجرا بازار کے درمیان تھا۔ اُس کے آگے لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ وہ بالکل جنگلی جانوروں کا پنجرا معلوم ہوتا تھا۔ مار کھانے کے بعد ایک آدمی مسافروں کے ہاتھ پاؤں کو زنجیروں سے باندھ کر اُنہیں پنجرے میں بند کر دیا اور چلا گیا۔

دونوں درد سے بے حال ہو رہے تھے۔ وہ اِتنے کم زور ہو چکے تھے کہ اُن میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ تھی۔ دونوں فرش پر بیٹھ گئے اور ایک دوسرے کو بادشاہ کے وعدے یاد دلا کر تسلی دینے لگے۔

وفادار بولا، "یہ تو ہمیں معلوم تھا کہ وہ ہم پر ظلم ڈھائیں گے۔لیکن چونکہ سب کچھ بادشاہ کی خاطر ہے اِس لئے وہ ہمیں زیادہ تکلیف نہیں پہنچنے دے گا۔"

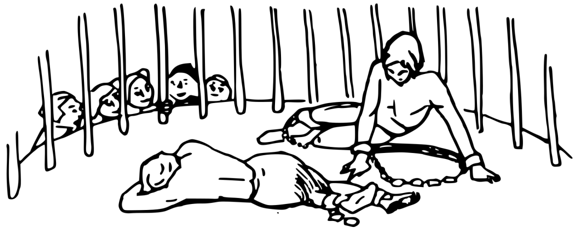

جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ کے یہ مسافر پنجرے میں بند ہیں تو دیکھتے ہی دیکھتے بے ہودہ لڑکے لڑکیوں اور مرد عورتوں کی بھیڑ لگ گئی تاکہ وفادار اور مومن کا تماشا دیکھ کر اُن کا مذاق اُڑائیں۔

مسافروں کو چِڑانے کے لئے بطلان میلا کے رہنے والوں نے ہر قسم کی بدکلامی کی۔لیکن مومن اور وفادار خاموش بیٹھے رہے۔ دونوں میں سے کسی نے بھی اُن کی بدکلامی اور بدتمیزی پر غصے کا اظہار نہ کیا۔

آخرکار جب چند ایک لڑکوں نے دیکھا کہ مسافر کتنا صبر کر رہے ہیں تو اُنہیں شرم آئی اور چلّا اُٹھے، "اِنہیں چھوڑ دو۔ دیکھو مار پڑنے پر بھی اُنہوں نے شکایت نہیں کی۔ اب اِنہیں مزید مت ستاؤ۔"

لیکن دوسرے لڑکے بے رحم تھے۔ اُنہیں بے چارے مسافروں کے زرد چہرے اور کانپتے ہونٹ دیکھنے میں بڑا مزہ آتا تھا، اِس لئے اُنہوں نے چھیڑنا اور مذاق کرنا جاری رکھا۔ تب پہلے لڑکے اُن سے لڑنے جھگڑنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں بازار میں فساد ہو گیا۔

لڑائی بند کرانے کے لئے حاکم کو اپنے آدمی بھیجنے پڑے۔ اُس کے حکم سے مومن اور وفادار ایک مرتبہ پھر پیٹا گیا، کیونکہ اُسے لگا کہ جھگڑا اُن کے باعث ہوا۔ پھر اُنہیں واپس پنجرے میں بند کر دیا گیا جہاں اُنہوں نے تمام رات بڑے دکھ میں بسر کی۔

وفادار کے سفر کا خاتمہ

صبح ہوتے ہی مومن اور وفادار کو عدالت میں پیش کیا گیا۔ منصف بوڑھا تھا۔ چہرے سے سخت مزاج اور ظالم معلوم ہوتا تھا۔ حاکم کی مانند اُسے بھی بادشاہ اور مومن سے نفرت تھی۔ مومن اور وفادار کو ہتھ کڑیاں لگا کر اُس کی کچہری میں پیش کیا گیا۔ وہ گرجا، ”تم لوگ کہاں سے آئے ہو اور کیا کر رہے ہو؟“

تب حسد نامی ایک لڑکا اُٹھ کر منصف کے سوالوں کا جواب دینے لگا۔ وہ اُن میں سے ایک تھا جنہوں نے سب سے پہلے بازار میں مومن اور وفادار کو ستایا تھا۔ اب وہ بولا، ”مَیں مومن اور وفادار کو بچپن سے جانتا ہوں۔ یہ دونوں نافرمان اوزجھگڑالو ہیں۔ یہ شریر سردار کی جو ہمارے ملک کا حاکم ہے تعظیم نہیں کرتے۔“

حسد کے بعد دو اَور لڑکوں نے بیان دیئے۔ اُنہوں نے حسد کے بیان کی تائید کی۔ اُنہوں نے منصف کو یہ بھی بتایا کہ اگر اُنہیں کھلا چھوڑ دیا گیا تو خطرہ ہے کہ وہ بطلان میلا کے بچّوں کو بہت خراب کریں۔ کیونکہ وہ شہر کے مال و دولت کا مذاق اُڑا کر کہتے ہیں کہ ایسی فضول چیز رکھنا بے فائدہ ہے۔ وہ یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں اِس سے شاندار شہر کا علم ہے جہاں کے بادشاہ کا قانون شریر سردار سے اچھا ہے۔

عدالت میں بارہ آدمی بیٹھے تھے۔ اُن کا یہ فرض تھا کہ وہ منصف کو مشورہ دیں کہ وہ سزا کے لائق ہیں یا نہیں۔ یہ بارہ لوگ پنچایت یا

جیوری کہلاتے تھے۔ یہ سب شریر سردار کے ملازموں میں سے چنے جاتے تھے، اِس لئے اُن سے یہ اُمید نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ بادشاہ کے کسی مسافر کی رعایت یا ہم دردی کریں گے۔ تو بھی وہ جتاتے یہی تھے کہ وہ مجرموں کے ساتھ انصاف کرتے ہیں، اِس لئے جب وفادار نے بات کرنے کی اجازت چاہی تو منصف نے جواب دیا، "تمہیں اپنے جرموں کے عوض سیدھے موت کی سزا ملنی چاہئے۔ لیکن ہم تمہارا بہانہ سنیں گے۔ کہو جو کہنا چاہتے ہو۔"

مومن حیران تھا کہ وفادار ایسا دلیر کیسے ہو گیا۔ گو اُس کا چہرہ زرد تھا لیکن خوف زدہ معلوم نہیں ہوتا تھا، حالانکہ عدالت کے لوگ شریر اور ظالم دکھائی دیتے تھے۔ مومن کو بعد میں معلوم ہوا کہ بادشاہ کی مدد سے ہی وہ دلیر اور مضبوط بنا تھا۔ اِسی لئے وہ کسی قسم کا خوف محسوس نہیں کر رہا تھا بلکہ سب کے سامنے کہہ دیا کہ مجھے بادشاہ سے بڑی محبت ہے، اور مَیں کسی دوسرے کی تابعداری نہیں کروں گا۔

وفادار کا بیان سن کر منصف پنچایت سے کہنے لگا، "اِن لڑکوں کے بارے میں جو کچھ حسد اور اُس کے ساتھیوں نے بیان کیا وہ آپ نے سن لیا ہے۔ خود وفادار اِس کا انکار نہیں کرتا۔ وہ ہمارے سردار کی فرماں برداری نہیں کرے گا اِس لئے ہمارے شہر کے قانون کی رُو سے وہ سزائے موت کا حق دار ہے۔"

تب اُن بارہ آدمیوں نے جواب دیا، "ظاہر ہے کہ دونوں بڑے شریر لڑکے ہیں۔ لیکن وفادار دوسرے سے بدتر ہے، کیونکہ وہ ہمارے سردار کے خلاف بات کرنے سے بھی نہیں ڈرتا۔ اُسے موت کی سزا دینی چاہیئے جبکہ مومن کو واپس قیدخانے میں بھیجا جائے۔"

بے چارے مومن کا دماغ اِتنا پریشان تھا کہ اُسے سمجھ نہ آئی کہ پنچایت والے کیا کہہ رہے ہیں۔ جب سپاہی وفادار کو کچہری سے نکال کر لے گئے تو وہ گھبرایا کہ اُسے کہاں لے جا رہے ہیں؟ تھوڑی ہی دیر بعد سپاہی مومن کو بھی بازار میں لے گئے جہاں اُس کے ساتھی کو ظالم لوگوں کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ یہ لوگ اپنے تیزدھار ہتھیاروں سے اُسے مار مار کر زخمی کرنے لگے۔

مومن چلّا اُٹھا، "وفادار، وفادار!" لیکن وفادار نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُس کی آنکھیں اوپر آسمان کی طرف دیکھ رہی تھیں، اور اُس کا چہرہ عجیب طور سے روشن تھا۔ اُس کے چہرے پر ایسا نور تھا جیسا کہ مومن کو اپنی ماں کے چہرے پر نظر آیا تھا جب اُس نے اُسے خواب میں دیکھا تھا۔

جہاں وفادار کھڑا تھا اُس کے اوپر ہَوا میں فرشتوں کی ایک ٹولی بھی نظر آئی۔ اُنھوں نے اپنے پر پھیلائے ہوئے تھے۔ مومن جانتا تھا کہ وہ وفادار کی روح کو اُس کے وطن یعنی آسمانی شہر پہنچانے کے منتظر ہیں۔

بطلان میلا سے رہائی

مومن جانتا تھا کہ فرشتے وفادار کو اُٹھا کر حفاظت سے بادشاہ کے حضور پہنچا دیں گے۔ وہ چند لمحوں کے لئے اِس بات کو بھول گیا کہ وہ بطلان میلا میں شریر سردار کے ملازموں کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ شہر کے لڑکوں نے اچانک خوشی کا نعرہ لگایا، کیونکہ مسافر کو سزا پاتے دیکھ کر اُنہیں بڑی خوشی ہو رہی تھی۔ اُن کے شور سے مومن چونک اُٹھا۔ اُس نے ایک مرتبہ پھر اپنے بچھڑے دوست کو دیکھنے کی کوشش کی۔

لیکن بادشاہ بڑا رحیم ہے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مومن کو پتہ چلے کہ بے چارے وفادار کو کیسی تکلیف پہنچ رہی تھی۔ اُس کی آنکھوں کے سامنے دُھند چھا گئی، اور وہ چلّا اُٹھا، "وفادار، وفادار!" اِتنے میں ایک عجیب احساس اُس پر چھا گیا۔ اچانک اُسے لگا کہ میری پیاری ماں بھیڑ چیر

کر مجھے اپنے بانہوں میں اُٹھا کر کھلی جگہ میں لے جا رہی ہے جہاں نہ تو سپاہی ہیں اور نہ ہی شور مچانے والے۔

وہ کچھ عرصہ وہاں پڑا رہا۔ اُسے اِتنی کم زوری محسوس ہو رہی تھی کہ اُس سے نہ تو ہلا جاتا تھا اور نہ ہی اُس میں بات کرنے کی ہمّت تھی۔لیکن جب آنکھیں کھلیں تو اُس نے اپنے آپ کو قیدخانے میں چھوٹے سے بستر پر پایا جہاں ایک عورت اُس پر جھکی ہوئی تھی۔ اُس کا لباس بطلان میلا کی دیگر عورتوں کی طرح بھڑکیلا تھا۔

وہ سخت دل نظر نہیں آتی تھی، لیکن اُس کی شکل مومن کی ماں سے مختلف تھی۔ وہ قیدخانے کے داروغے کی بیوی تھی۔ جب سپاہی اُس بے ہوش لڑکے کو اُٹھا کر قیدخانے میں لائے تھے تو اُسے دیکھ کر عورت کو بہت افسوس ہوا تھا۔ تھوڑا سا پانی منگوا کر اُس نے آہستہ آہستہ اُس کے منہ ہاتھ دھوئے اور اُس کے ہوش میں آنے تک اُس کے پاس ٹھہری رہی۔

جب لڑکا ہوش میں آیا تو عورت نے کہا، ”اے بچّے، تم تو سفر کرنے کے لائق نہیں۔ مَیں چاہتی ہوں کہ تم میرے پاس رہو اور مَیں تمہاری پرورش کروں۔“

مومن کہنے لگا، ”آپ بڑی مہربان ہیں، لیکن میرا ٹھہرنا ناممکن ہے۔ مَیں بادشاہ کے پاس جا رہا ہوں۔“

عورت نے جواب دیا، "اچھا۔ ہاں، ایک بار مَیں بھی بادشاہ کے پاس جانے لگی تھی، لیکن راستہ کٹھن تھا۔ تب سے مَیں شہر میں خوشی خوشی رہی ہوں۔"

مومن بولا، "اِس سے زیادہ خوش آپ بادشاہ کے پاس ہوں گی۔ وفادار وہاں پہنچ گیا ہے۔ مَیں نے دیکھا کہ فرشتے اُس کے منتظر تھے۔ یقین کریں، اگر مجھے قیدخانے سے باہر نکالا گیا تو مَیں جب تک سفر ختم نہ ہوا جتنی جلدی ہو سکے چلتا رہوں گا۔"

لڑکے کے بالوں کو نرمی سے سہلا کر عورت کان میں کہنے لگی، "وفادار تو مر گیا ہے۔ مجھے سن کر بڑا افسوس ہوا، لیکن وہ تمھیں نہیں ماریں گے۔"

مومن نے کہا، "مجھے اِس کی پروا نہیں، کیونکہ اِس طرح مَیں سیدھا آسمانی شہر پہنچ جاتا۔ اور اب شاید مجھے ہمیشہ کے لئے یہاں رہنا پڑے یا اگر نہیں تو سارا سفر اکیلے ہی طے کرنا پڑے۔"

عورت نے جواب دیا، "وہ تمھیں قید میں تھوڑے دن رکھیں گے۔ میرے ساتھ ٹھہرو۔ مَیں تمھارے ساتھ مہربانی سے پیش آؤں گی۔"

لیکن مومن نے سر ہلایا، "مَیں ٹھہر نہیں سکتا۔ مجھے بادشاہ سے محبت ہے، اور مجھے اُس کے پاس جانا ہے۔"

چند دنوں بعد قیدخانے کا داروغہ اُس کے پاس آ کر کہنے لگا کہ شہر کے حاکم نے حکم دیا ہے کہ تمہیں بَری کر دیا جائے۔ یوں مومن قیدخانے سے نکل کر دوبارہ آسمانی شہر کی سمت چل پڑا۔ ہم درد عورت نے اُسے جاتے دیکھ کر افسوس کیا اور پیار کرتے ہوئے کہا، "کبھی مجھے بھی یاد کرنا۔"

مومن نے کہا، "مَیں بادشاہ کو بتا دوں گا کہ آپ نے مجھ پر مہربانی کی ہے۔ممکن ہے کسی دن آپ بھی دوبارہ بادشاہ کے مسافر بن جائیں۔ اگر مَیں نے آسمانی شہر میں آپ کو آتے دیکھا تو پہچان لوں گا۔"

وہ خاموشی سے بازار میں اُترنے لگا۔ چونکہ اب تک پوری طرح تندرست نہیں ہوا تھا اِس لئے تیز چلنے کے قابل نہیں تھا۔ اب تک خطرہ تھا کہ لڑکے دوبارہ اُس کا پیچھا کریں۔لیکن وفادار کی موت سے اُن کا دل ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ پیلے چہرے والے مسافر کو دیکھ کر اُنہوں نے اُس کا مذاق تو اُڑایا لیکن نہ تو اُسے ہاتھ لگایا اور نہ نقصان پہنچایا۔

شہر کے پھاٹک سے نکلتے وقت اُسے اپنے پیچھے کسی کے بھاگنے کی آواز آئی۔ پھر اُسے اپنے کندھوں پر ایک ہاتھ محسوس ہوا۔ وہ گھبرا گیا کہ کیا مصیبتیں پھر سے شروع ہوگئی ہیں؟ لیکن روکنے والا لڑکا اُس کے کان میں کہنے لگا، "مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ مَیں اب یہاں ٹھہر نہیں سکتا۔"

مومن نے کہا، "تمہاری مراد بادشاہ کا مسافر بننے سے ہے؟"

"ہاں۔ مجھے پُرامید کہتے ہیں، اور مَیں تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ سڑک پر پہنچنے کے بعد مَیں تمہیں سارا ماجرا سناؤں گا۔"

ابن الوقت

مومن نے ذرا تیز چلنے کی کوشش کی، اور پُرامید اُس کے ساتھ لگا رہا۔ لیکن جب تک شہر سے دُور نہیں ہوئے وہ اُس سے بات کرنے سے ڈرتا تھا۔ آخر کہنے لگا، ”ہمیں اِس بات کا بڑا افسوس ہوا کہ اُنہوں نے وفادار کو قتل کر دیا۔ وہ کتنا دلیر تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ نیک بھی تھا۔ شہر میں اَور لڑکے لڑکیاں بھی ہیں جن کا یہ کہنا ہے کہ اگر شہر میں ایسے ظلم ہوتے رہے تو ہم شہر میں زیادہ عرصہ نہیں ٹھہریں گے۔ جب مَیں قیدخانے کے پاس سے گزر رہا تھا تو تم باہر آ گئے۔ پھر جب مَیں نے دیکھا کہ کوئی دیکھنے والا نہیں تو مَیں تمہارے پیچھے دوڑ پڑا۔ تم نے میرے آنے کا بُرا تو نہیں منایا؟“

مومن نے جواب دیا، ”نہیں، اگر تمہیں بادشاہ سے حقیقی محبت ہو تو۔ میرا خیال تھا کہ باقی راستہ مجھے اکیلے ہی کاٹنا پڑے گا۔ اگر تم ساتھ ہو تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔“

پُرامید نے جواب دیا، ”ہاں، مَیں ضرور چلوں گا۔ مَیں پہلے سے بڑا بے چَین تھا اور چاہتا تھا کہ کسی نہ کسی دن بھاگ جاؤں۔“

مومن پُرامید سے یہ سوال کرنے ہی والا تھا کہ وہ کب سے بطلان میلا میں ہے کہ اُنہوں نے ایک اَور لڑکے کو جا لیا جو آہستہ آہستہ چلا جا رہا تھا۔ وہ ایک ایسے شہر سے آیا تھا جو بطلان میلا سے زیادہ دُور نہیں تھا۔ اُس کے باشندے اپنے آپ کو بادشاہ کے خادم ظاہر کرتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے کہ اُنہیں اُس سے بے حد محبت ہے، لیکن اُن کا طور طریقہ ایسا تھا کہ جیسے شریر سردار اُن کا حاکم ہو۔ شریر سردار اُنہیں پسند کرتا تھا۔ جب اُسے پتہ چلتا تھا کہ اُن میں سے کوئی مسافر بن رہا ہے تو وہ اُسے روکنے کی کوشش نہیں کرتا تھا، کیونکہ اُسے یقین تھا کہ جب بھی اُنہیں ذرا سی مشکل پیش آئی یا خطرہ محسوس ہوا تو وہ سیدھے واپس آ جائیں گے۔

لڑکے کا نام ابن الوقت تھا۔ وہ تھوڑی دیر تک مومن اور پُرامید کے ساتھ چلتا رہا۔ بتانے لگا کہ میرے تمام عزیز اور رشتے دار بڑے امیر ہیں۔ وہ اپنے خاندان پر بڑا ناز کر رہا تھا اور مومن اور پُرامید کو حقارت کی نظر سے دیکھنے لگا۔

سورج نکل آیا تھا، اور ٹھنڈی ہَوا چل رہی تھی۔ پُرامید بولا، "کیسا سُہانا دن ہے!"

ابن الوقت نے جواب دیا، "ہاں، سفر کے لئے تو بہت ہی سُہانا ہے۔ ویسے ہمارے شہر کے مسافر سردیوں میں سفر شروع نہیں کرتے۔ ہمیں گرمیوں کا موسم پسند ہے۔ ہَوا اور بارش کے خلاف جد و جہد کرنا بے وقوفی ہے۔"

مومن بولا، "گرمیوں میں بھی طوفان آتے رہتے ہیں۔"

ابن الوقت نے کہا، "اِن میں سفر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر بارش ہو جائے تو مَیں کسی گھنی جھاڑی کے نیچے گُھس جاؤں گا اور جب تک بارش رک نہ جائے وہاں سے نہیں نکلوں گا۔"

مومن مسکرایا، ”مجھے یقین ہے کہ اچھے مسافر کبھی ایسا نہیں کرتے۔ ہمیں موسم کی کبھی پروا نہیں کرنی چاہیئے۔“

ابن الوقت کہنے لگا، ”تمہاری جو مرضی ہو کرو۔ اِس پر جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ اگر تم طوفان میں چلنا پسند کرتے ہو تو کرو۔ لیکن مَیں تو اُس وقت کا انتظار کروں گا جب تک کہ وہ گزر نہ جائے۔“

مومن نے اپنی کتاب میں پڑھا ہوا تھا کہ اُن لوگوں کے ساتھ جو بادشاہ کے صحیح مسافر نہ ہوں دوستی رکھنا حماقت ہے۔ اِس لئے کہنے لگا، ”مَیں سمجھتا ہوں اگر تمہارا ایسا خیال ہے تو ہم تمہارے اچھے ساتھی ثابت نہیں ہوں گے۔ ہم تو سیدھے ہی جائیں گے خواہ آسمان صاف ہو یا طوفان آئے۔“

ابن الوقت نے جواب دیا، ”بہت اچھا۔ تم اپنی مرضی کے مطابق جاؤ۔ تمہارے آنے سے پہلے مَیں مطمئن تھا، اور اب مَیں چاہتا بھی نہیں کہ تم میرے ساتھ رہو۔“

پُرامید کے ساتھ چلتے ہوئے مومن نے کہا، ”اُسے ناراض کرنے کا افسوس ہے، لیکن اِس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ فرض کرو وہ ہمارے ساتھ ہوتا اور طوفان آجاتا تو وہ ہمیں ورغلا کر واپس موڑ لیتا۔“

ابن الوقت اپنے آپ کو بالکل تنہا سمجھ رہا تھا۔ جب مومن اور پُرامید اُسے ملے تھے تو اُسے بڑی خوشی ہوئی تھی، لیکن وہ بے حد سُست اور اپنی عیش کا زیادہ دل دادہ تھا، اِس لئے بادشاہ کی دل سے خدمت کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اُس کا جی تو چاہتا تھا کہ اُن کے پیچھے دوڑے اور کہے کہ مجھے طوفان وغیرہ کی کوئی پروا نہیں۔ لیکن وہ اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر یوں ٹہلنے لگا جیسے کہ اُن سے بِچھڑنے کا اُسے کوئی افسوس نہ ہو۔ تو بھی دل میں وہ سوچنے لگا، ”بے شک اِس سے کچھ فرق تو نہیں پڑتا۔ یہ بے وقوف لڑکے ہیں، لیکن اُن کا ساتھ جانا اکیلے رہنے سے تو اچھا تھا۔“

اِس سے پہلے کہ ابن الوقت فیصلہ کرتا کہ اُسے کیا کرنا چاہئے اُسے پیچھے سے شور و غُل سنائی دیا۔ مُڑ کر جو دیکھا تو اُس کے تین ہم جماعت اشارہ کر کے کہہ رہے تھے، ”ہمارا انتظار کرو۔“

وہ اُس کے پاس آ کر کہنے لگے، ”تم کہاں جا رہے ہو؟“

ابن الوقت بولا، ” گھر میں تو کوئی خاص کام نہیں تھا، اِس لئے مَیں نے سوچا سفر پر ہی قسمت آزمائی کروں۔“

”ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں گے۔ وہ آگے والے لڑکے کون ہیں؟ ہم نے دیکھا تم اُن سے بات کر رہے تھے۔“

ابن الوقت نے جواب دیا، ”وہ بھی مسافر ہیں، لیکن ہماری طرح کے نہیں۔ وہ بادشاہ کے خادم ہیں۔ مَیں نے اُنہیں کہہ دیا کہ مَیں تو تب ہی سفر کروں گا جب موسم اچھا ہو گا۔ اِس پر وہ کہنے لگے کہ تم اپنی مرضی کرو۔ مجھے آندھی طوفان میں ایڑیاں رگڑنے میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ طوفان گزر جانے تک انتظار کرنا ہی اچھا ہے۔“

ایک لڑکا بولا، ”اِس میں کیا شک ہے۔ لیکن بادشاہ کے خادم ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اگر اُن کی ہاں میں ہاں نہ ملائی جائے تو وہ تعلقات ہی توڑ دیتے ہیں۔ اُنہیں جانے دو۔ ہماری یہ چھوٹی سی ٹولی اچھی ہی رہے گی۔“

دیماس اور چاندی کی کان

ابن الوقت اور اُس کے ہم جماعت آپس میں گپ شپ کرتے چلتے گئے۔ مومن اور پُرامید ابھی اُن کے نزدیک ہی تھے کہ چاروں لڑکے اُن کے پیچھے دوڑ کر آئے اور اُن سے بے ہودہ سوال کرنے لگے۔ وہ پوچھنے لگے کہ کیا ہمارے بہت سے پسندیدہ کام غلط ہیں؟ کیا وہ بادشاہ کو ناراض کرنے کا باعث بن سکتے ہیں؟ وہ یہ سمجھتے تھے کہ مومن اِن سوالوں کا جواب سچائی اور دلیری سے نہیں دے سکے گا۔ اُنہیں اُمید تھی کہ وہ اُسے بزدل ٹھہرا سکیں گے۔ گو مومن شرمیلا اور ڈرپوک سا بچّہ تھا تو بھی وہ سچ کہنے سے کبھی خوف نہیں کھاتا تھا۔ اُس نے بادشاہ سے سچے دل سے محبت کرنے کا سبق سیکھا تھا۔ اِس لئے جو بھی ابن الوقت اور اُس کے بدتمیز دوست کہتے اُس کا اُس پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا اور نہ ہی وہ اُن کی مانند بن سکتا تھا۔ اُس نے اُن کے تمام

سوالوں کا بڑی جرأت اور سچائی سے جواب دیا۔ اِس سے اُنہیں اپنے آپ پر اِتنی شرم آئی کہ اُنہوں نے مزید پوچھنا چھوڑ دیا۔ مومن بڑا خوش ہوا کہ اُنہوں نے اُس کا پیچھا چھوڑ دیا۔ وہ اور پُرامید ایک ساتھ چلتے رہے، اور ابن الوقت اپنے تینوں سُست ساتھیوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ مسافر جلد ہی ایک تنگ میدان میں پہنچ گئے جہاں کا راستہ ہم وار اور آسان تھا۔ ایک طرف ایک پہاڑی تھی جس کے ایک پہلو میں غار کا منہ دکھائی دیا۔ پہاڑی پر ایک لڑکا کھڑا تھا۔ جب اُس نے مومن اور پُرامید کو وہاں سے گزرتے دیکھا تو وہ اشارہ کرکے کہنے لگا، "اوپر آؤ، مَیں تمہیں کچھ دکھاؤں۔"

مومن بولا، "کیا؟"

لڑکے نے کہا، "چاندی کی کان۔ اِس میں اِتنا خزانہ ہے کہ تم جتنا چاہو اپنے سفر میں لے جا سکتے ہو۔"

پُرامید کہنے لگا، "آؤ چل کر دیکھیں۔"

لیکن مومن اُسے پیچھے کھینچ کر کہنے لگا، "نہیں، نہیں۔ یہ جگہ محفوظ نہیں۔" پھر اُس نے اُس لڑکے کو جس کا نام دیماس تھا بُلا کر پوچھا کہ کیا وہ جگہ خطرناک تو نہیں؟"

دیماس کو خوب پتہ تھا کہ جگہ سچ مچ خطرناک ہے، لیکن چونکہ وہ شریر سردار کا ملازم تھا اور اِس غرض سے بھیجا گیا تھا کہ مسافروں کو ورغلائے اِس لئے جواب میں بولا، "اگر احتیاط برتو تو محفوظ ہے۔"

لیکن مومن پُرامید سے کہنے لگا، "ہم نہیں جائیں گے۔ مجھے یاد ہے مَیں نے اِس کے بارے میں سن رکھا ہے، اورتم جانتے ہو کہ شاہی راستہ چھوڑے بغیر وہاں نہیں جا سکتے۔"

اِس پر دیماس چلّا اُٹھا، "اگرتم یہاں نہ آؤ تو کم سے کم میرا انتظار کرو۔ مَیں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ مَیں بھی مسافر ہوں۔"

مومن نے جواب دیا، "مَیں تمہیں بادشاہ کا مسافر نہیں سمجھتا۔ ورنہ تم ہمارے راستے میں رکاوٹ نہ ڈالتے۔ ہم کسی کا انتظار نہیں کر سکتے۔"

دیماس نے اَور کچھ نہ کہا بلکہ ابن الوقت اور اُس کے ساتھیوں کا انتظار کرنے لگا۔ وہ بھی زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔ پُرامید مڑا کہ دیکھے

وہ کیا کرتے ہیں۔ اُنہیں نہ تو بادشاہ سے محبت تھی اور نہ ہی آسمانی شہر سے کوئی تعلق تھا۔ محض دکھانے کے لئے کہتے تھے کہ وہاں جا رہے ہیں۔ اِس لئے پہاڑی میں چھپے ہوئے خزانے کا ذکر سن کر وہ سیدھے غار کے منہ پر پہنچ گئے۔ دیماس کو معلوم تھا کہ جو بھی اِس میں چاندی کھودنے کے لئے داخل ہوتے وہ یا تو گم ہو جاتے یا پھر قتل ہو جاتے ہیں۔ لیکن اُس نے ابن الوقت اور اُس کے ساتھیوں کو یہ بتایا کہ جگہ بالکل محفوظ ہے۔ وہ لوگ اُس کی ہر بات تسلیم کرنے پر تیار تھے۔

مومن اور پُرامید نے اُنہیں غار کے اندر تو جاتے دیکھا لیکن وہ کافی دیر کے بعد بھی نہ نکلے۔ لگتا تھا کہ وہاں کے اندھیرے اور پیچ دار راستوں میں پھرتے پھرتے وہ گم ہو گئے اور واپس آنے کا کوئی راستہ نہ ملا۔

جب مسافر پہاڑی سے آگے کچھ فاصلے پر نکل گئے تو پُرامید رک کر کہنے لگا، "ارے، یہ کیا ہے؟"

مومن نے اُس کے اشارے کی طرف دیکھا تو سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی ایک عجیب صورت دکھائی دی۔ جب وہ نزدیک پہنچے تو دیکھا

کہ اُس میں حرکت نہیں ہے۔ اُس کا چہرہ پیچھے کی طرف یعنی آسمانی شہر کی مخالف سمت میں مڑا ہوا ہے۔

پُرامید نے کہا، "کیا یہ بھی مسافر تھی؟"

مومن نے کہا، "یہ تو نہیں جانتا البتہ کوئی بُت دکھائی دیتا ہے۔ پتہ نہیں اِس سڑک کے کنارے کیوں رکھا گیا ہے!"

اُنہوں نے اُس کے گرد چکر لگا کر اُسے غور سے دیکھا۔ آخرکار پُرامید نے اُس عورت کے ماتھے پر چند الفاظ کُھدے ہوئے دیکھے۔ الفاظ اِتنے پرانے اور گِھسے ہوئے تھے کہ وہ اُنہیں پڑھ نہ سکا۔ لیکن کچھ کوشش کے بعد مومن نے اُنہیں پڑھ لیا۔

"لوط کی بیوی کو یاد کرو۔"

مومن بولا، "اب سمجھا، کیا بات ہے۔ مَیں نے اُس کے بارے میں خوب صورت محل کی لائبریری میں پڑھا ہے۔"

پھر اُس نے پُرامید کو قصہ سنایا: "بہت دن گئے بادشاہ نے ایک آدمی بنام لوط کو اُس کی بیوی اور دو بیٹیوں سمیت ایک شہر سے چھڑایا جو اپنی بُرائی کے باعث تباہ ہونے والا تھا۔ اُس نے ایک فرشتہ بھیجا

تھا کہ اُنہیں باہر نکال لائے۔ فرشتے نے اُنہیں ہدایت کی تھی کہ وہ پیچھے نہ دیکھیں، لیکن لوط کی بیوی نے پیچھے دیکھا۔ جب وہ مُڑی تو اُس کا جسم پتھر ہو گیا اور وہ نمک کا ستون بن گئی۔"

پُرامید نے کہا، "کتنی دہشت ناک بات ہے۔ تو کیا اُسے ہمیں ڈرانے کے لئے یہاں رکھا گیا ہے؟"

"میرے خیال میں ڈرانے کے لئے نہیں بلکہ خبردار کرنے کے لئے۔ مَیں خوش ہوں کہ دیماس کے بلانے پر ہم پہاڑی کے اوپر نہیں گئے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ مَیں یہ کبھی نہیں چاہتا کہ بادشاہ مجھے سزا دے۔"

امن کی وادی

اُس دن مومن کی کم زوری کے باعث دونوں لڑکوں کو مجبوراً آہستہ چلنا پڑا۔ پُرامید نے کہا، "کہاں سوئیں؟ تم سے تو رات بھر چلا نہیں جائے گا اور سڑک پر لیٹنا خطرے سے خالی نہیں۔"

مومن نے جواب دیا، "ممکن ہے یہاں بھی خوب صورت محل جیسا کوئی مکان ہو۔ مجھے وہاں بڑا مزہ آیا۔ تم کیا جانو کہ تمیز اور اُس کی بیٹیاں میرے ساتھ کتنی مہربانی سے پیش آئیں۔"

اِس پر پُرامید نے اُس سے اُن کے بارے میں سوال کرنے شروع کر دیئے۔ مومن نے جو کچھ محل میں دیکھا اور سنا تھا اُسے بتایا۔ لیکن دن بھر کے سفر کے بعد مومن کی طاقت جواب دینے لگی۔ تھوڑی دیر میں وہ اِتنا تھک گیا کہ اُس سے بولا تک نہیں جاتا تھا اور نہ پُرامید کی مدد کے بغیر چلا جاتا تھا۔ پُرامید بڑا حلیم اور ہم درد تھا۔ جتنا بھی ہو سکے

اُس نے اپنے تھکے ماندے ساتھی کو خوش کرنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ یہ دیکھ کر بڑا فکرمند ہوا کہ مومن کا چہرہ قدم بہ قدم زرد ہوتا جا رہا ہے۔ وہ سوچنے لگا، "کاش آرام کرنے کی کوئی جگہ مل جائے!" جب راستے پر شام کے سائے چھانے لگے تو اُس نے بڑا ڈھونڈا کہ کہیں کوئی روشنی نظر آئے جس سے پتہ چل جائے کہ وہ کسی مکان کے نزدیک ہیں اور وہاں صبح تک ٹھہر سکیں۔ لیکن کوئی روشنی نظر نہ آئی۔ رات پڑ گئی، لیکن مسافر آہستہ آہستہ بڑھتے گئے۔ پُرامید نے مومن سے کہا بھی کہ گھاس پر لیٹ جاؤ تو مَیں پہرا دوں گا، لیکن مومن نہ مانا۔

وہ کہنے لگا، "ہم چلتے جائیں گے۔ بادشاہ ہمیں کبھی نہیں بھولے گا۔ وہ جانتا ہے کہ ہم کتنے تھکے ہوئے ہیں۔ وہ یقیناً ہمیں آرام کا موقع دے گا۔"

تاریک آسمان پر ستارے چمکنے لگے، اور چاند پہاڑوں میں سے نکل کر شاہی راستے پر روشنی بکھیرنے لگا۔ تب پُرامید نے دیکھا کہ راستہ وسیع ہوتا جا رہا ہے، اور دُور ایک چوڑا دریا بہہ رہا ہے۔ وہ چلّا اُٹھا، "ہم ایک خوب صورت ملک میں پہنچنے والے ہیں۔ مومن، ذرا اُدھر تو دیکھو! دریا راستے کے قریب ہے۔ راستہ اُس سبزہ زار سے نکلے گا جس کے چاروں طرف باڑ ہے۔ یہ جگہ بالکل محفوظ ہے۔"

آرام کی اُمید سے مومن کی قدرے ہمت بندھی۔تھوڑی دیر بعد جب وہ دریا پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ پُرامید درست کہہ رہا ہے۔ شاہی راستہ دریا کے قریب سے گزرتا تھا۔ اُس دریا کا نام زندگی کا دریا تھا، اور آس پاس کی زمین کے گرد مضبوط باڑ لگی ہوئی تھی جس سے یہ خوب صورت سبزہ زار محفوظ تھی۔ اُس میں نرم گھاس اور پھول اُگے ہوئے تھے۔ اونچے اور پھیلے ہوئے پیڑوں کے سائے میں مسافر دشمنوں سے آرام پا سکتے تھے۔

تھکے ماندے مومن نے دریا کے کنارے لیٹ کر اطمینان کا سانس لیا۔ پُرامید بھی اُس کے قریب بیٹھ گیا اور دریا کے بہتے پانی میں چاندنی کا نظارہ کرنے لگا۔ یکایک وہ مومن کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگا، "یہاں شریر سردار کا گزر نہیں۔"

مومن نے کہا، "نہیں، بالکل نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ یہاں نہیں آتا۔ دیکھو کتنی خاموش اور پُرسکون جگہ ہے۔"

مسافر ایک دوسرے کے پہلو میں لیٹ گئے اور صبح تک آرام سے سوئے رہے۔ دن چڑھا تو بادشاہ کی طرف سے ایک پیغام پہنچا، "یہ امن کی وادی ہے۔ جب تک مومن میں طاقت نہیں کچھ دن یہاں ٹھہرو۔ یہاں تمہیں کافی غذا ملے گی۔ پیڑ پھل سے لدے ہیں، اور دریا کا پانی پی کر تم کو قوّت حاصل ہو گی اور تم تَر و تازہ ہو جاؤ گے۔"

لڑکوں نے ہفتہ بھر اِس خوب صورت وادی میں گزارا۔ ہر روز اُنہیں زندگی کا بھرپور مزہ آتا رہا، یہاں تک کہ مومن نے بے دھڑک ہو کر تمام ہتھیار اُتار دیئے اور کسی خوش نما درخت کے تنے سے ٹیک لگا کر آرام سے لیٹا رہا۔ پُرامید بھی اُس کے پاس لیٹا رہتا یا پھول توڑتا یا پھل

اکٹھا کرتا رہتا، کیونکہ پھل اِتنا پک چکا تھا کہ خود بہ خود بوجھل شاخوں سے گرتا رہتا تھا۔

اِتنی مصیبتیں اُٹھانے کے بعد مومن کو امن کی وادی میں چَین نصیب ہوا، اور جلد ہی اُس کے گالوں پر سرخی کھیلنے لگی۔ اُس کے ہاتھ پاؤں مضبوط ہو گئے، اور اُسے محسوس ہوا کہ وہ سفر کرنے کے قابل ہو گیا ہے۔ تب وہ کہنے لگا، "لگتا ہے کہ ہم آسمانی شہر سے زیادہ دُور نہیں۔ وہاں پہنچ کر بڑی خوشی ہو گی۔ اِتنا آرام کرنے کے بعد اب ہماری رفتار بھی تیز ہو جائے گی۔"

متبادل راستہ

مسافر صبح سویرے امن کی وادی چھوڑ کر پورے دن شاہی راستے پر چلتے رہے۔ پچھلے پہر وہ ایسے مقام پر پہنچے جہاں بائیں ہاتھ ایک سبزہ زار ملا جس کی باڑ کو پار کرنے کے لئے ایک جگہ کی اونچائی کچھ کم تھی۔ اُسے متبادل راستہ کہتے تھے، اور اُس کا مالک ناامید نامی ایک ظالم اور طاقت ور دیو تھا۔ وہ شریر سردار کی فوج کا بڑا بہادر سپاہی تھا، اور اُس کی رہائش سبزہ زار سے آگے ایک مضبوط قلعے میں تھا۔ یہ قلعہ شاہی راستے سے نظر آتا تھا۔ یہ سب کچھ مومن کی کتاب میں لکھا ہوا تھا، لیکن اُس وقت اُسے خیال تک نہ آیا کہ اُس پر نظر ڈالے۔ دونوں لڑکوں کو تھکاوٹ محسوس ہو رہی تھی۔ شاہی راستے کا یہ حصہ کُھردرا اور پتھریلا تھا جس سے لڑکوں کے پاؤں زخمی ہو کر دُکھنے لگے تھے۔ دوسرا راستہ دیکھ کر مومن رکا اور اُس طرف جھانکنے لگا۔ باڑ تو سبزہ زار کو بادشاہ کے راستے

سے جُدا کرتی تھی، لیکن دوسرا راستہ ہم وار اور سرسبز تھا، اور وہ باڑ کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔

مومن پُرامید سے مخاطب ہو کر کہنے لگا، ”کیا تھوڑا سا فاصلہ باڑ کے دوسری طرف کے راستے پر نہ چلیں؟ کنکر بڑے سخت ہیں، اور میرے پاؤں زخمی ہو چکے ہیں۔ وہ دُکھ رہے ہیں۔“

پُرامید نے جواب دیا، ”یہی حال میرا بھی ہے۔ لیکن کوئی خطرہ تو نہیں؟“ وہ بھی دوسرے راستے کی طرف دیکھنے لگا۔

مومن نے کہا، ”لگتا نہیں کہ کوئی خطرہ ہے۔ دیکھو تو یہ بالکل باڑ کے ساتھ ساتھ جاتا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو ہم ایک پل میں اوپر سے چھلانگ لگا کر واپس آ سکتے ہیں۔“

پُرامید کو پورا یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ درست ہے، لیکن یہ سوچ کر کہ مومن بادشاہ کا قانون زیادہ بہتر سمجھتا ہے وہ بھی سبزہ زار میں اپنے ساتھی کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ گھاس بڑی ملائم تھی۔ وہ اُن کے پاؤں کو بھلی لگ رہی تھی۔ قریب ہی ایک اَور لڑکا باڑ کے ساتھ ساتھ چلا جا رہا تھا۔

مومن نے اُسے آواز دے کر پوچھا، ”ارے میاں، یہ راستہ کہاں جاتا ہے؟“

لڑکے نے جس کا نام غلط اعتقاد تھا مڑ کر جواب دیا، ”آسمانی شہر کو۔“

مومن بولا، ”دیکھو تو مَیں ٹھیک کہتا ہوں، ہم یہاں بے خطر رہیں گے۔ ہم اِس لڑکے کے پیچھے پیچھے چلیں گے، اور اگر کوئی خطرہ ہوا تو ہمیں وقت پر پتہ چل جائے گا اور بچ نکلیں گے۔“

لیکن پُرامید کو تسلّی نہ ہوئی۔ جب رات ہونے لگی اور غلط اعتقاد کی شکل دکھائی نہیں دے رہی تھی تو اُسے خوف آنے لگا۔ اچانک ایک چیخ سنائی دی، اور کسی کے گرنے کی آواز آئی۔ پُرامید نے مومن کا بازو پکڑ لیا اور مارے ڈر کے لپٹ گیا۔ اُدھر مومن بھی سر سے لے کر پاؤں تک کانپنے لگا۔ اُس نے کہا، "کیا ہوا؟" اُس نے غلط اعتقاد کو پھر آواز دی لیکن جواب نہ ملا۔ اِس تاریکی میں لڑکوں کو صرف اِتنا سنائی دیا کہ کوئی درد کے مارے کراہ رہا ہے۔

پُرامید نے کہا، "مجھے یقین ہے کہ ہم صحیح راستے پر نہیں ہیں۔ اِدھر اندھیرا بھی بہت ہے۔"

مومن نے جواب ہی نہ دیا۔ اُسے بھی صاف سمجھ آئی تھی کہ اِس راستے پر آ کر اُن سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ یہ سوچنا کیسی حماقت تھی کہ کوئی بھی راستہ جو سیدھی سڑک سے نکلتا ہے درست ہو گا! لیکن یکایک اُسے سر پر بارش کے قطرے گرتے محسوس ہوئے۔ بجلی چمکی اور بادل گرجا۔ ساتھ ہی اِتنی موسلادھار بارش برسی کہ اِس جیسی پہلے کبھی

نہیں دیکھی تھی۔ مومن چلّا اُٹھا، ”مَیں کتنا بڑا بے وقوف ہوں! اگر مَیں نہ کہتا تو تم یہاں نہ آتے۔“

پُرامید سے بے چارے مومن کی سسکیاں نہیں سنی جاتی تھیں۔ ”مومن، نہ روؤ۔ مجھ سے بھی قصور ہوا، کیونکہ مَیں نے تمہیں آنے سے منع نہیں کیا۔“

اچانک ایک کڑکتی آواز سنائی دی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ہم پر بڑا ڈراؤنا دیو جھکا ہوا ہے۔ دیو کا نام نا امید تھا۔ اُس کے بال اور ڈاڑھی لمبی لمبی تھی، اور جنگلی جانوروں کی کھال کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ اُسے دیکھتے ہی مومن خوف سے چلّا اُٹھا۔ پُرامید بھی کانپنے لگا۔

دیو گرج اُٹھا، ”تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“

مومن سے دہشت کے مارے بولا نہیں جاتا تھا۔ پھر اُس نے بڑی مشکل سے جواب دیا، ”ہم بادشاہ کے مسافر ہیں اور راستہ بھولے ہوئے ہیں۔“

دیو بولا، ”میرے سبزہ زار میں داخل ہونے کا تمھیں کوئی حق نہیں۔“
اُس کی آواز اِتنی کرخت اور اونچی تھی کہ طوفان کی نسبت لڑکے زیادہ اُس سے ڈر گئے۔ ”مَیں تمھیں اپنے قلعے میں لے جاتا ہوں۔“

بے چارے مسافروں کو مجبوراً اُس کے ساتھ جانا پڑا۔ اگر بھاگنے کی کوشش کرتے تو زورآور دیو ایک آن میں اُنھیں پکڑ لیتا۔ اب وہ اُنھیں ہانک کر اپنے گھر لے گیا جس کا نام شکّی قلعہ تھا۔ وہاں اُس نے اُنھیں اندھیری کوٹھڑی میں بند کر کے دروازوں کو تالا لگا دیا۔

تمام دن وہ فرش پر پڑے رہے۔ کھانے پینے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اندھیرے کے باعث ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ اِس فکر میں کہ دیو آ کر ہمیں مار ڈالے گا، پُرامید کھسک کر مومن کے قریب ہو گیا۔ وہ ایک دوسرے سے چمٹ گئے۔ مومن شرمندہ تھا کہ یہ تمام مصیبت میری غلطی کی وجہ سے ہوئی ہے، اور اُس کا دل افسوس سے بھرا ہوا تھا۔ اب تو یہ فکر بھی تھی کہ دیو ہم دونوں کو مار ڈالے گا اور ہم آسمانی شہر میں کبھی نہیں پہنچ پائیں گے۔

ناامید دیو کی بیوی کا نام بدگمان بی بی تھا۔ دیو نے اُسے بتایا، ''مَیں سبزہ زار میں چھپے دو مسافروں کو گرفتار کرکے لایا ہوں۔ اب وہ کوٹھڑی میں بند پڑے ہیں۔''

بدگمان بی بی بڑی خوش ہوئی۔ وہ بڑی ظالم عورت تھی۔ اُس نے اپنے خاوند سے کہا، ''اِن قیدیوں کو مارو۔''

تب دیو صبح سویرے ڈنڈا لے کر کال کوٹھڑی میں پہنچ گیا۔ لڑکوں کو پیٹ کر اُس نے اُنہیں اندھیرے میں چھوڑ دیا۔ اِتنے سخت زخم لگ گئے کہ اُن سے ہِلا تک نہیں جاتا تھا۔ وہ تمام دن زمین پر پڑے کراہتے رہے۔

اگلے دن جب دیو پھر دیکھنے آیا تو یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ لڑکے ابھی تک نہیں مرے۔ اُس نے کہا، ''مَیں تمہیں کبھی بھی قلعے سے جانے نہیں دوں گا۔ اگر تمہیں بھوکے مرنا پسند نہیں تو مَیں تمہیں پینے کو زہر دے سکتا ہوں۔''

مومن نے التماس کی، ''ہم پر رحم کرکے ہمیں آزاد کر دو!''

یہ سن کر دیو اِتنا غصے ہوا کہ وہ ڈنڈا لے کر اُن پر لپک پڑا۔ خطرہ تھا کہ اُنہیں مار ہی دیتا، لیکن دیو کی طاقت اچانک جواب دے گئی، اور اُسے مجبوراً اُنہیں چھوڑنا پڑا۔ موسمِ بہار میں عام طور پر اُسے غش آیا کرتا تھا۔ تب اُس کے ہاتھ بے کار ہو جاتے تھے۔ اِس لئے بعض اوقات اُس کے گرفتار شدہ مسافر موقع سے فائدہ اُٹھا کر بھاگنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔

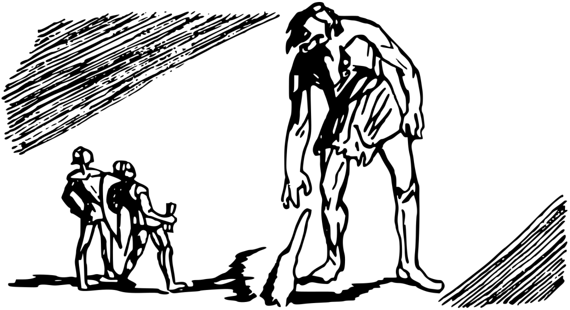

افسوس، مومن کو اِس بات کا علم نہیں تھا۔ بے چارہ بچنے کی اُمید سے ہاتھ دھو چکا تھا۔ کہنے لگا، "اب کریں تو کیا کریں؟ یہاں پڑے

پڑے موت کے انتظار سے تو یہ اچھا ہے کہ زہر پیا جائے، بجائے اِس کے کہ کھانا نہ ملنے سے آہستہ آہستہ جان دی جائے۔"

پُرامید بولا، "ہمیں یہ کام ہرگز نہیں کرنا چاہیئے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ہم نے خودکُشی کی تو فرشتے ہمیں کبھی بھی آسمانی شہر میں نہیں لے جائیں گے۔ شاید دیو پھر بیمار ہو جائے، دروازے کو تالا لگانا بھول جائے اور اُس میں طاقت دوبارہ آنے سے پہلے ہی ہم یہاں سے کھسک جائیں۔"

وعدے کی چابی

شام کو اِس خیال سے کہ قیدی مر چکے ہوں گے دیو پھر کال کوٹھڑی میں آیا۔ اُنہیں دیکھ کر وہ بہت ناراض ہوا، کیونکہ وہ ادھ موئے تو تھے لیکن تھے زندہ۔ جو زہر اُس نے دیا تھا اُنہوں نے نہیں پیا تھا۔ دیو کی ڈراؤنی نظروں اور سخت کلامی سے لڑکے اِتنے سہم گئے کہ بے چارہ مومن ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ جب اُسے ہوش آیا تو دیو غائب تھا اور پُرامید اُس کے پاس بیٹھا اُس کی تلیاں مَل کر اُسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

مومن کہنے لگا، ”کیا اب ہمیں زہر نہیں پینا چاہئے؟ یہ جگہ کتنی ہیبت ناک ہے۔ یہ ہم سے زیادہ عرصے تک برداشت نہیں ہو سکے گی۔ بچنے کی کوئی بھی صورت نظر نہیں آتی۔“

پُرامید نے اعتراض کیا، ”اِس قسم کی باتیں مت کرو۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ اِس سے پہلے تم پر کیا گزری ہے؟ خیال کرو کہ تم کتنا لمبا سفر

طے کر چکا ہے اور کتنی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ تم نے ہلاکو سے بے دھڑک جنگ کی اور بادشاہ کی مدد سے اُس پر بھی فتح پائی۔ تاریک ترین وادی میں سے تم امن و امان سے گزرے یہاں تک کہ بطلان میلا میں بھی بادشاہ نے تمہیں قتل ہونے سے بچایا۔ آؤ اُس پر توکّل رکھ کر تھوڑا سا اَور انتظار کریں۔"

دیو اور اُس کی بیوی کو علم تھا کہ خودکُشی کرنے والے مسافر آسمانی شہر میں نہیں پہنچتے۔ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر ناامید اُنہیں مار ڈالے تو بادشاہ اپنے فرشتے بھیج کر اُنہیں اُٹھا لے جائے گا۔ اِس لئے جب بدگمان بی بی کو خبر ہوئی کہ لڑکے ابھی تک زندہ ہیں تو اُسے اپنے خاوند پر بڑا غصہ آیا۔ کہنے لگی، "کل اُنہیں صحن میں لے جا کر اُن مسافروں کی ہڈیاں دکھاؤ جو یہاں مرے ہیں۔ ممکن ہے وہ اِتنے ڈریں کہ زہر پی لیں۔"

دیو نے اِس مشورے کو پسند کیا اور صبح مومن اور پُرامید کو کال کوٹھڑی سے نکال کر صحن میں لے گیا جہاں مرد، عورتوں، یہاں تک کہ بچّوں کی ہڈیاں بھی بکھری پڑی تھیں۔ یہ نظارہ بڑا ہول ناک تھا۔ دیو کو

یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اُس کے قیدی سخت گھبرا گئے۔ وہ کہنے لگا، ”یہ مسافروں کی ہڈیاں ہیں۔ یہ بھی تمہاری طرح میرے سبزہ زار میں آ گئے تھے اور مَیں نے اُنہیں قلعے میں لا کر مار ڈالا۔ چند دنوں کے بعد مَیں تمہیں بھی اُن کی طرح مار ڈالوں گا۔ تب تمہاری ہڈیاں اُن کی ہڈیوں میں شامل ہو جائیں گی۔“ تب اُس نے ایک مرتبہ پھر اُنہیں پیٹ کر کال کوٹھڑی میں کراہتے ہوئے چھوڑ دیا۔ لگتا تھا کہ اُن کی مصیبتیں کبھی بھی ختم نہیں ہوں گی۔

اُس رات جب نااُمید کی بیوی سے بات ہوئی تو کہنے لگا، ”مَیں نہیں سمجھتا کہ یہ لڑکے اِتنے دلیر کیوں ہیں۔“

بدگمان بی بی بولی، ”شاید اُن کا یہ خیال ہو کہ کوئی آ کر اُنہیں بچائے گا یا اُن کے کپڑوں میں کوئی چابی ہو جس سے وہ اُس وقت دروازے کو کھول لیں جب ہم بے خبر ہوں۔ اِس طرح پہلے بھی کئی قیدی فرار ہو چکے ہیں۔“

بات تو درست تھی، لیکن دیو سمجھا کہ اگر مومن کے پاس بادشاہ کی کوئی چابی ہوتی تو اُس نے اُسے کب کا استعمال کر لیا ہوتا۔ ”صبح کو دونوں کی تلاشی لوں گا۔“ اِتنا کہہ کر دیو سو گیا۔

حقیقت میں مومن کی جیب میں چھوٹی سی چابی تھی ہی۔ یہ چابی وعدے کی چابی کہلاتی تھی اور اُسے خوب صورت محل میں دی گئی تھی۔ لیکن مصیبت پڑنے پر وہ سب کچھ بھول گیا تھا۔ اُس رات نہ تو اُسے نیند آئی اور نہ ہی پُرامید کو۔ کچھ عرصے آپس میں باتیں کرنے کے بعد وہ بادشاہ سے سچے دل سے دعا اور التجا کرنے لگے کہ وہ اُن کی مدد کرے۔

آخر مومن نے کہا، ”وہ ہماری ضرور سنے گا۔ ہم اُسے دیکھ تو نہیں سکتے، لیکن مجھے ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ جیسے بالآخر ہم بچ ہی جائیں گے۔“

بادشاہ نے مسافروں کی دعا سن لی۔ اُس نے اپنے نورانی فرشتے کے ذریعے اُنہیں کہلا بھیجا کہ اُنہیں کیا کرنا ہے۔ اُنہیں فرشتہ تو نظر نہیں آیا، لیکن مومن کے دل میں ایک خیال آیا جو حقیقت میں بادشاہ کے نورانی پیغمبر کی طرف سے تھا۔

مومن چلّا اُٹھا، ”دیکھو، مَیں کتنا بے وقوف ہوں۔ ہم خواہ مخواہ یہاں اِتنے دن پڑے رہے حالانکہ فوراً نکل سکتے تھے۔ تمیز نے مجھے ایک چھوٹی چابی دی تھی، اور مجھے یقین ہے کہ اِس سے دیو کا ہر ایک دروازہ کھل جائے گا۔“

پُرامید اُچھل پڑا، ”آؤ، آزمائیں۔ ابھی رات ہے۔ ناامید یقیناً سویا پڑا ہو گا۔“

اندھیرے میں ٹٹولتے ٹٹولتے اُنہیں کال کوٹھڑی کا دروازہ ملا، اور مومن نے اُس میں چابی لگا دی۔ چابی آسانی سے لگ گئی۔ لڑکوں نے جب دروازے سے باہر قدم رکھا تو اُن کے دل دھڑک رہے اور کان کھڑے تھے۔ باہر بتّی ٹمٹما رہی تھی، اِس لئے اُنہیں آسانی سے بڑے دروازے کا راستہ مل گیا جو صحن میں کھلتا تھا۔ مومن نے اُسے بھی کھولا۔ چاندنی چِھٹکی ہوئی تھی۔ اب مسافروں اور سبزہ زار کے درمیان صرف ایک ہی دروازہ رہ گیا تھا۔

آخری تالا بڑا سخت تھا۔ مومن نے پورا زور لگایا، لیکن وہ چابی نہ پھیر سکا۔ اِتنے میں قلعے کی سیڑھیوں پر دیو کے قدموں کی آہٹ آئی، جسے

کسی کی حرکت سنائی دی تھی۔ مسافر مارے خوف کے غش کھانے لگے۔ لیکن جوں ہی ناامید دروازے پر پہنچا تو اُس کے ہاتھوں سے ڈنڈا گر پڑا، اور وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔

پُرامید چلّایا، ”زور لگاؤ تاکہ اِس سے پہلے کہ وہ ہوش میں آجائے ہم یہاں سے نکل جائیں۔“

مومن نے جواب دیا، ”کوشش تو مَیں کر رہا ہوں، لیکن تالے کو زنگ لگا ہوا ہے۔“

پُرامید نے بھی مدد کی۔ کہنے لگا، ”دیکھو پھرنے لگی۔“ تب تالا جھٹکے سے کھل گیا۔

دیو زمین پر ہی پڑا رہا جبکہ لڑکے بھاری کنڈیاں کھول کر باہر نکل گئے۔

پُرامید نے مومن کا ہاتھ پکڑ لیا، اور دونوں پورے زور سے شاہی راستے کی طرف بھاگنے لگے۔

خوش نما پہاڑ

جب دونوں دوڑتے دوڑتے شاہی راستے پر پہنچے تو مومن ہانپتے ہوئے بولا، "شکر ہے کہ تمیز نے مجھے چابی دی تھی۔"

پُرامید نے کہا، "ہاں، اگر یہ نہ ہوتی تو ہمارا کیا حال ہوتا؟"

وہ بھاگنے سے بے دم ہو چکے تھے، اِس لئے سڑک پر بیٹھ گئے۔ وہاں آرام کرنے میں کوئی خطرہ نہیں تھا، کیونکہ دیو شاہی راستے میں اُن کا پیچھا نہیں کرسکتا تھا۔

مومن نے کہا، "افسوس کہ مسافروں کو اِس بات کا علم نہیں کہ وہ راستہ اُنہیں کہاں لے جائے گا۔ کیا ہم پتھر پر کچھ لکھ کر اُسے قریب نہ لگا دیں؟"

پُرامید نے جواب دیا، "آؤ، کوشش کریں۔ اگر پتھر ہو تو مَیں اُس پر کچھ کھودوں گا۔"

اُنھوں نے اِدھر اُدھر جو دیکھا تو گھاس میں ایک بڑا سا پتھر پڑا پایا۔ مومن نے کہا، "یہ اچھا رہے گا۔ پہلے تو تم اُس پر کچھ کھودو، اور پھر اُسے کسی صحیح جگہ پر رکھ دیں گے۔"

پُرامید نے چاقو نکالا، اور دونوں نے مشورہ کرنے کے بعد پتھر پر یہ الفاظ لکھے، "یہ راستہ شکّی قلعے کو جاتا ہے جس کا مالک ناامید دیو ہے۔ اُسے بادشاہ سے دشمنی ہے، اور اُس کی کوشش یہ ہے کہ مسافروں کو مار ڈالے۔"

چاند کے چھپنے سے پہلے ہی اُنھوں نے گھاس میں سے پتھر گھسیٹ کر دروازے کے قریب لا کھڑا کیا تاکہ اُسے دیکھے بغیر کوئی وہاں سے گزر نہ سکے۔

پُرامید بولا، "ممکن ہے اِس سے کسی کی جان بچ جائے۔ تمہاری یہ صلاح بڑی اچھی ہے۔"

گرمیوں کی چھوٹی رات ختم ہوئی اور پہاڑوں کے پیچھے سے سورج نکل آیا۔ کال کوٹھڑی میں دہشت ناک دن رات گزارنے کے بعد

مسافر اطمینان سے آگے بڑھنے لگے۔ وہ روشنی اور تازہ ہَوا کا مزہ لیتے رہے۔

پُرامید بولا، ”یہ پہاڑ کتنے خوب صورت ہیں۔ اِن ہی کے اوپر سے شاہی راستہ گزرتا ہے۔

مومن نے جواب دیا، ”مجھے لگتا ہے کہ وہ خوش نما نامی پہاڑ ہوں گے۔ جب مَیں خوب صورت محل میں تھا تو اُنہیں دُور سے دیکھا تھا۔ سنا ہے کہ وہاں چند ایک گڈریے ہیں جو مسافروں سے بڑی مہربانی سے پیش آتے ہیں۔ شاید وہاں سے ہمیں کچھ کھانے کو بھی مل جائے اور آرام بھی کر لیں۔“

لڑکے بڑی جلدی پہاڑوں کے قریب پہنچ کر اُس راستے پر چڑھنے لگے جو اُن میں سے جاتا تھا۔ راستہ کوہِ مشکل کی طرح زیادہ ڈھلان اور مشکل نہیں تھا بلکہ ہم وار اور آسان تھا۔ ڈھلان پر انگور تھے۔ گھاس میں شفاف پانی کے چھوٹے چھوٹے نالے جگمگا رہے تھے اور جگہ جگہ پھلوں سے لدے پیڑ تھے۔ اُن کی پھیلی ہوئی شاخیں شاہی راستے پر جھکی ہوئی مسافروں کو سورج کی گرمی سے بچاتی تھیں۔

گڈریے راستے سے زیادہ دُور نہ تھے۔ جب اُنہوں نے اپنی طرف لڑکوں کو آتے دیکھا تو اُن میں سے چار گڈریے اُن کا استقبال کرنے سبز ڈھلان سے نیچے اُترے۔

مومن نے پوچھا، "کیا یہی خوش نما پہاڑ ہیں؟"

ایک گڈریے نے جواب دیا، "ہاں، اِسے عمانوایل کا ملک کہتے ہیں۔ اِس کا مالک شہزادہ ہے، اور یہ شاہی شہر کے قریب ہی ہے۔ اِس میں چرنے والی بھیڑیں شہزادے کی ہیں۔ ہم اُن کی نگہبانی کے لئے پہاڑوں پر رہتے ہیں۔"

"کیا آسمانی شہر بہت دُور ہے؟ اور کیا راستہ محفوظ ہے؟"

"یہ اُن کے لئے محفوظ ہے جنہیں بادشاہ سے محبت ہے۔ لیکن جو مسافر دیانت داری سے اُس کی خدمت نہیں کرتے وہ اکثر خطرے میں پڑ جاتے ہیں۔"

مومن نے پوچھا، "تو یہاں مسافروں کے آرام کے لئے بھی کوئی جگہ ہے؟ ہم دونوں بڑے تھکے ہوئے ہیں۔"

گڈریوں نے جواب دیا، "جی ضرور۔ بادشاہ نے ہمیں حکم دے رکھا ہے کہ اُس کے خادموں میں سے جو بھی پہاڑ پر سے گزرے اُس کی جتنی خدمت کرسکیں کریں۔ ہمارے خیموں میں چلو، اور ہم تمھاری خدمت کریں گے۔"

تب گڈریے جن کے نام علم، تجربہ، ہوشیاری اور خلوص تھے، اُنہیں اپنے خیموں میں لے گئے۔ اُنھوں نے اُنہیں ہاتھ پاؤں دھونے کے لئے پانی دیا اور اچھا کھانا کھلایا۔ یہ دیکھ کر کہ وہ تھکے ماندے ہیں ہوشیاری نے اُن کے لئے بستر تیار کئے، اور وہ آرام سے سو گئے۔ صبح سویرے جب اُٹھے تو پھر تازہ دم ہو گئے تھے۔

کوہِ خطا اور کوہِ احتیاط

اگلے دن جب مسافر سفر کی تیاری کرنے لگے تو گڈریے اُن کے پاس آئے اور پوچھنے لگے، ”کیا تم جانے سے پہلے پہاڑوں کی سَیر کرنا چاہتے ہو؟“

مومن اور پُرامید خوشی سے مان گئے۔ گڈریے اُنہیں سَیر کرانے کے لئے چوڑی سرسبز ڈھلانوں اور اُن راستوں پر لے گئے جو پہاڑوں کے کنارے کاٹ کر بنائے گئے تھے۔

علم نے کہا، ”مسافروں کے لئے اِن پہاڑوں میں سے اکیلے گزرنا خطرے سے خالی نہیں۔ لیکن بادشاہ نے اجازت دے رکھی ہے کہ ہم آسمانی شہر کا نظارہ کرنے کے لئے مسافروں کو یہاں تک لائیں۔“

وہ ایسے اونچے نیچے راستے پر پہنچے جس پر آسانی سے چڑھا نہیں جا سکتا تھا۔ یہ راستہ ایک بڑی چٹان کی چوٹی پر جاتا تھا۔ جب وہ انتہائی

بلندی پر پہنچے تو مومن اور پُرامید نے ڈر کے مارے اپنے ہاتھ گڈریوں کے ہاتھوں میں دے کر اُنہیں مضبوطی سے تھام لیا۔ جب مسافروں نے نیچے دیکھا تو اُنہیں ایک وادی نظر آئی جس کی تہہ میں مُردوں کی لاشیں پڑی تھیں۔

پُرامید نے پوچھا، "کیا یہ لوگ اِس چٹان سے گرے تھے؟"

گڈریوں نے جواب دیا، "ہاں۔ یہی ہے کوہِ خطا۔ جو مسافر شاہی راستے سے بھٹک کر پہاڑوں پر اکیلے گھومتے ہیں اُنہیں اِس راستے پر چڑھنے کا بڑا شوق آتا ہے۔ وہ تو سمجھتے ہیں کہ اِس پہاڑ پر سے اچھی

طرح نظارہ کر سکتے ہیں۔ لیکن جب وہ نیچے دیکھتے ہیں تو گہری وادی کا منظر اُن کا سر چکرا دیتا ہے، اور وہ نیچے گر کر مر جاتے ہیں۔"

تب گڈریے لڑکوں کو دوسری جگہ لے گئے جس کا نام کوہِ احتیاط تھا۔ اُس پر چڑھ کر اُنہیں وسیع میدان نظر آیا۔ اُس میں بے شمار مرد، عورتیں اور بچّے اِدھر اُدھر پھر رہے تھے۔ لیکن اُن کے چلنے کا انداز عجیب تھا—وہ ہاتھ پسارے ہوئے چل رہے تھے تا کہ ٹٹول ٹٹول کر معلوم کریں کہ آگے کیا کچھ ہے۔ مومن نے دیکھا کہ وہ چٹانوں پر ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اُس نے پوچھا، "کیا یہ اندھے تو نہیں؟" تجربے نے جواب دیا، "ہاں، اندھے ہیں۔"

ہوشیاری نے لڑکوں سے پوچھا، ”کیا تمہیں بائیں جانب اُن پہاڑوں سے تھوڑی دُور شاہی راستہ نظر آتا ہے؟“

مومن نے جواب دیا، ”ہاں۔“

”شاہی راستے سے ایک راستہ نکلتا ہے جو مسافر کو ایک مضبوط قلعے کے پاس پہنچا دیتا ہے۔ اُس قلعے میں نااُمید نامی دیو رہتا ہے۔ اکثر مسافر بھٹک کر اُس کے سبزہ زار میں چلے جاتے ہیں، کیونکہ شاہی راستے کا وہ حصہ مشکل اور پتھریلا ہے۔ اِس کے مقابلے میں دیو کا راستہ سرسبز اور ہموار ہے۔ جب مسافر شاہی راستہ چھوڑ کر اُس راستے پر چلنے لگتے ہیں تو نااُمید اُنہیں گرفتار کر کے اپنے قلعے میں لے جاتا ہے۔ وہ اُن پر بڑا ظلم کرتا ہے۔ اگر وہ مر نہ جائیں تو وہ اُن کی آنکھیں نکال کر کھُلے میدان میں چھوڑ دیتا ہے۔ یہ لوگ یوں ہی مرتے دم تک بھٹکتے رہتے ہیں۔“

مومن اور پُراُمید نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا لیکن چپ رہے۔ اگر وہ چھوٹی چابی کی مدد سے شکّی قلعے سے نہ بچتے تو شاید وہ بھی اُس میدان میں پھرنے والے ہوتے۔

اب گڈریے پہاڑوں پر سے اُتر کر اُس طرف جا نکلے جو شاہی راستے سے بہت دُور تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ ایسے مقام پر پہنچے جہاں مومن تاریک ترین وادی میں داخل ہونا یاد آ گیا۔ راستے کے اوپر دہشت ناک کالی چٹانیں جھکی ہوئی تھیں۔ ساتھ ساتھ ہر طرف گھنی دُھند چھائی ہوئی تھی۔

علم بولا، "یہ ایک خطرناک مقام ہے۔ جو مسافر پہاڑوں میں تنہا سفر کرتے ہیں اکثر یہاں آ کر بھٹک جاتے ہیں۔ یہ تاریک راستہ شریر سردار کے ملک کو جاتا ہے، اور جو مسافر اِس پر آجاتے ہیں وہ دوبارہ اپنا راستہ نہیں پا سکتے۔"

مسافر یہ باتیں سن کر چوکنّے ہو گئے۔ پھر مومن بول اُٹھا، "مَیں خوش ہوں کہ ہم نے اُنہیں دیکھ لیا اگرچہ مَیں خوف زدہ تھا۔لیکن اب ہم یقیناً شاہی راستے پر قائم رہنے میں محتاط رہیں گے۔"

جہالت

آخر میں تمام گڈریے مسافروں کو ایک اونچے پہاڑ پر لے گئے۔ اِس پہاڑ کا نام کوہِ شفاف تھا۔ اِس پر سے اُنہیں وسیع راستہ نظر آتا تھا۔ ایک خوب صورت روشنی بہت دُور چمک رہی تھی۔ اُسے دیکھنے کی اُنہوں نے بہت کوشش کی لیکن آنکھیں چُندھیا گئیں۔

ایک گڈریا بولا، "آسمانی شہر اُس روشنی کے درمیان ہے۔ اگر تمہاری نظر تیز ہو تو تمہیں اُس کے پھاٹک نظر آئیں گے۔"

لیکن یہ روشنی دوپہر کی دھوپ سے زیادہ تیز تھی، اور انسانی آنکھیں اُسے برداشت نہیں کرسکتی تھیں۔

مومن بولا، "مجھے تو اُس کی صرف چمک دکھائی دیتی ہے۔"

خلوص کہنے لگا، ”اُسے اپنی نظروں سے دیکھنا تمہارے بس کی بات نہیں۔ لیکن ہمارے پاس ایک دُوربین ہے جس کا نام ایمان ہے۔ اِس سے یہ قدرے صاف دکھائی دینے لگتی ہے۔“

مومن نے دُوربین تو لی لیکن بادشاہ کا جس کی اُسے آرزو تھی تصور آتے ہی کانپ اُٹھا۔ اُس کا ہاتھ اِتنا تھرایا کہ اُس سے مضبوطی سے دُوربین پکڑی نہ گئی۔ پُرامید نے بھی کوشش کی لیکن اُس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہنے لگا، ”اُس نے مجھے چُندھیا دیا۔ لیکن پھاٹک کی سی کوئی چیز دکھائی دیتی ہے۔“

تمام صبح پہاڑوں کی سَیر کرتے ہوئے کٹ گئی۔ پھر گڈریے لڑکوں کو واپس خیموں میں لے آئے تاکہ سفر پر جانے سے پیشتر آرام کرسکیں۔

تجربے نے کہا، ”جب تم تھوڑا سا سفر کر چکو گے تو تمہاری ایک آدمی سے ملاقات ہو گی جس کا نام چاپلوس ہے۔ وہ تمہیں شاہی راستے سے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ تم اُس کی نہ سننا۔

ہوشیاری بولا، ”تم جلد ہی ایسے مقام پر پہنچو گے جسے جادو کا میدان کہا جاتا ہے۔ وہاں کی ہَوا سے مسافروں کو نیند آ جاتی ہے۔ وہ بھی شریر

سردار کے ملک کا ہی حصہ ہے۔ اور اگر اُس کے ملازموں نے تمہیں سوتا پا لیا تو وہ تمہیں اُٹھا کر لے جائیں گے۔"

مومن کے ہاتھوں میں ایک کاغذ دے کر علم بولا، "ہم تمہیں ایک چھوٹا سا نقشہ دیتے ہیں۔ اِس میں اُن تمام جگہوں پر نشان لگایا گیا ہے جہاں سے تمہیں گزرنا ہو گا۔ اگر تم نے احتیاط سے اِسے استعمال کیا تو کبھی راستہ نہیں بھولو گے۔"

پہاڑی راستے سے اُترتے اُترتے دونوں لڑکے آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ گڈریوں نے اُنہیں کون کون سی چیزیں دکھائی تھیں۔

مومن بولا، "کاش ہم آسمانی شہر دیکھ لیتے۔ کتنی خوشی ہوتی!"

پُرامید نے جواب دیا، "خیر ہم نے اُس کی جھلک تو دیکھ لی۔ معلوم ہو گیا کہ یہ جگہ زیادہ دُور نہیں۔"

پہاڑ کے دامن میں ایک ٹیڑھی سی گلی شاہی راستے سے آ ملتی تھی۔ یہ گلی ایسے ملک سے آتی تھی جس کا نام خود پسندی تھا۔ جب مومن اور پُرامید وہاں پہنچے تو اُس پر ایک چھوٹا لڑکا بادشاہ کی سڑک کی طرف

دوڑا آ رہا تھا۔ جب لڑکا اُن میں آ ملا تو مومن نے پوچھا، "تم کہاں سے آئے ہو؟"

اُس نے جواب دیا، "پہاڑوں کے آگے کے ملک سے۔ مَیں آسمانی شہر کو جا رہا ہوں۔"

مومن نے پوچھا، "لیکن تمہارے خیال میں تمہیں اندر جانے دیں گے؟"

"کیوں نہیں؟ وہ ہر ایک کو اندر جانے دیتے ہیں۔"

"ہر ایک کو کہاں؟ ہمارے پاس تو پروانے ہیں جنہیں ہم دکھائیں گے۔ کیا بادشاہ نے تمہیں بھی کوئی پروانہ دیا ہے؟"

"نہیں۔ اور میرے خیال میں اِس کی ضرورت بھی نہیں۔ مَیں اُس کا بندہ ہوں، کیونکہ مَیں ہمیشہ اُس کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں۔ مَیں نے سنا ہے کہ اُس کی یہ آرزو ہے کہ لوگ اپنے وطن چھوڑ کر اُس کے شہر کو چلے جائیں، اِس لئے مَیں بھی تمہاری طرح جا رہا ہوں۔"

مومن نے کہا، ”لیکن بادشاہ کے مسافروں کو تنگ دروازے سے داخل ہونا اور صلیب سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔ اُس وقت سفید پوشاک اور پروانہ دیا جاتا ہے۔ لگتا ہے کہ تمہیں اِس کا علم نہیں۔“

لڑکے کا نام جہالت تھا۔ اُس نے جواب دیا، ”بات بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے کیا معلوم تم کہاں سے آ رہے ہو۔لیکن شک ہے کہ تمہاری رہائش تنگ دروازے کے قریب تھی، اِس لئے تمہارے لئے اُس میں سے داخل ہونا آسان تھا۔ یہ جگہ میرے گھر سے کافی دُور ہے اِس لئے ہم لوگ اُس میں سے داخل ہونے کی پروا نہیں کرتے۔ میرا خیال نہیں کہ ہمارے ملک کا کوئی بندہ بھی راستہ جانتا ہے! ہماری خوش گوار سبز گلی ہمیں اِن تمام مصیبتوں سے محفوظ رکھتی ہے، اور ہمارا سفر بھی گھٹ جاتا ہے۔“

مومن کو معلوم نہیں تھا کہ اُسے کیا جواب دے۔ کچھ دیر بعد جہالت کچھ پھل توڑنے کو رکا تو وہ اُسے وہیں چھوڑ کر آگے نکل گئے۔

پُرامید نے کہا، ”اگر کہو تو اُس کا انتظار کر لیں۔“

مومن نے جواب دیا، ”اِس کی ضرورت نہیں۔ شاید وہ ابھی آ ملے۔“

کم ایمان کی داستان

مومن اور پُرامید تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ اُنہیں دُور سپاہیوں کا ایک جتھا دکھائی دیا۔ وہ کالے ہتھیار سے لیس تھے جو مومن کے ہتھیاروں کی طرح چمکدار نہیں تھے۔ مسافروں نے پہچان لیا کہ وہ لوگ شریر سردار کی فوج سے ہیں۔

پُرامید کہنے لگا، ”کیا خیال ہے، کیا وہ ہمیں تکلیف دیں گے؟“

مومن نے جواب دیا، ”کیا پتہ!“ دونوں لڑکے ڈر گئے، تو بھی راستے پر قائم رہے۔

جوں ہی سپاہی لڑکوں کے نزدیک ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ساتھ ایک قیدی بھی ہے جس کے لباس سے پتہ چلتا تھا کہ وہ بھی بادشاہ کا مسافر ہے۔ سپاہیوں نے مومن اور پُرامید کی طرف تو دھیان نہ دیا

بلکہ اُسے تیز بھگانے میں لگے رہے۔ مسافر شرم سے اپنا سر نیچا کیئے ہوئے تھا کہ کہیں لڑکے اُسے پہچان نہ پائیں۔

کبھی اُسے بھی بادشاہ سے محبت تھی، اور وہ تقریباً آسمانی شہر کے پھاٹک پر پہنچ گیا تھا۔لیکن وہ سیدھے راستے سے بھٹکنے لگا اورتھوڑی ہی دیر میں شریر سردار کے نوکروں سے جا ملا۔ اُنھوں نے اپنے آپ کو بڑا مہربان جتایا۔ یہ لڑکا اُن کے پاس ٹھہر گیا اور بڑی جلدی مہربان بادشاہ کو بھول کر اُس کے حکموں کا نافرمان ہو گیا۔ اُس کے چمکدار ہتھیار زنگ آلود اور اُس کے کپڑے مَیلے ہو کر پھٹ گئے۔ اُس کا پروانہ بھی گم

ہو گیا۔ اُسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ بھی کبھی بادشاہ کا خادم رہا ہے۔

لیکن ایک دن اُسے آسمانی شہر یاد آیا اور وہ اپنے کیئے پر بہت پچھتایا۔ اُسے فکر ہوئی کہ کیا بادشاہ مجھے معاف بھی کرے گا یا نہیں؟ تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے دوستوں کو چھوڑ کر واپس صحیح راستے کی تلاش میں نکلا۔ شریر سردار نے جب سنا کہ وہ چلا گیا ہے تو اُس نے اُس کی تلاش میں سپاہیوں کا ایک جتھا بھیجا۔ بے چارے مسافر نے اپنے بچاؤ کے لئے تلوار نکالی لیکن وہ زنگ آلود ہو چکی تھی اور استعمال کے قابل نہیں تھی۔ اب سپاہی اُسے زنجیروں میں باندھ کر شریر سردار کے ملک واپس لے جا رہے تھے۔

مومن اور پُرامید کو اِس بات کی خوشی ہوئی کہ سپاہیوں نے اُن سے بات نہیں کی۔ تو بھی مسافر کی مصیبت دیکھ کر اُنہیں اُس پر افسوس ہوا۔ جاتے جاتے مومن نے کہا، "مجھے یاد ہے جب مَیں خوب صورت محل میں تھا تو مَیں نے ایک مسافر کا جس کا نام کم ایمان تھا، قصہ پڑھا۔ اُسے یہاں سے تھوڑی دُور لُوٹ لیا گیا تھا۔ میرے خیال میں

شریر سردار کے نوکر یہاں سے گزرتے رہتے ہیں۔ ہمیں احتیاط برتنی چاہیئے، نہیں تو وہ ہم پر بھی کوئی مصیبت ڈھائیں گے۔

پُرامید نے کہا، ”کم ایمان کا ماجرا بتاؤ۔ اُسے کیسے لُوٹا گیا؟“

مومن نے جواب دیا، ”وہ بہت تھکا ہوا تھا اور آرام کرنے کے لئے گھاس پر سو گیا۔ یہ جگہ اِس گلی کے جہاں سے ہم گزر رہے ہیں کونے کے پاس ہی ہے۔ یہ سونے کے لئے محفوظ جگہ نہیں تھی۔ گلی میں تین بدمعاش لڑکے کھیل رہے تھے۔ میرے خیال میں اُن کے نام بُزدل، بے بھروسا اور جرم تھے۔ لڑکوں نے جب کم ایمان کو کونے میں پڑے دیکھا تو سوچنے لگے کہ کیوں نہ اِس کی چیزیں چُرا لیں۔ وہ جاگا ہی تھا کہ اُنہوں نے اُسے پکڑ لیا۔ اِس سے پہلے کہ وہ اپنی تلوار اُٹھاتا اُنہوں نے اُسے زمین پر پٹک دیا اور بڑی بے دردی سے پیٹا۔ پھر اُنہوں نے اُس کی جیب سے تمام روپئے نکال لئے۔ وہ اُسے قتل بھی کر دیتے، لیکن اچانک اُنہیں ایسا لگا جیسا کہ پیچھے سے کسی کے آنے کی آواز سنائی دی۔“

”وہ کون تھے؟“

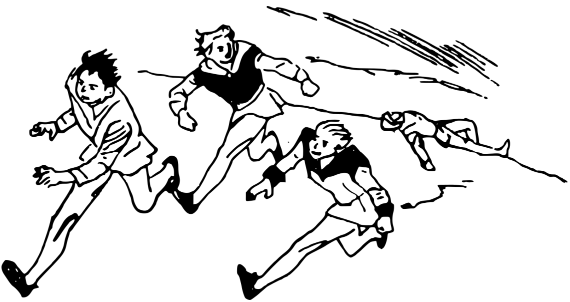

"در اصل آدمی تو کوئی نہیں تھا، لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ جرم کر رہے ہیں اِس لئے موڑ گئے۔ اِن ہی پہاڑوں میں پُربھروسا نامی ایک گاؤں ہے، اور بادشاہ کا افسرِفضلِ اعظم وہاں رہتا ہے۔ لڑکوں نے سمجھا ہو گا کہ وہ آنے والا ہے، اِس لئے بھاگ گئے ہوں گے۔"

"تو کم ایمان کا کیا ہوا؟ کیا اُسے زیادہ چوٹ آئی تھی؟"

"ہاں۔ لیکن اُنہیں اُس کا پروانہ ہاتھ نہ آیا۔ اُسے روپیہ ضائع ہونے کا افسوس تو تھا، لیکن اُسے تسلّی تھی۔ تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ اِس لائق ہو گیا کہ اُٹھ کر اپنی راہ لے۔"

چاپلوس اور اُس کا جال

لڑکے آپس میں کم ایمان اور اُس کی مصیبتوں کا ذکر کر ہی رہے تھے کہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں شاہی راستے میں سے ایک سڑک نکلتی تھی اور یہ جاننا مشکل تھا کہ دونوں میں سے کون سا راستہ صحیح ہے۔ سڑک کی ایک طرف کھڑے ہوئے تو معلوم ہوتا تھا کہ دائیں ہاتھ کا راستہ درست ہے۔ لیکن سڑک پار کرنے پر ایسا لگتا تھا کہ بائیں ہاتھ والا سیدھا ہے۔

مومن بولا، "کیا معلوم کون سا درست ہو؟" دونوں رک گئے۔ لڑکوں کے پاس وہ چھوٹا سا نقشہ تھا جو گڈریوں نے اُنہیں دیا تھا۔ اگر وہ اُسے دیکھتے تو سیدھے معلوم ہو جاتا کہ کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ لیکن بجائے اِس کے کہ وہ اُسے دیکھتے وہ اپنے آپ صحیح راستہ تلاش کرنے میں اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے۔

اُسی وقت اُن کے پیچھے سے ایک آدمی آیا۔ اُس کا چہرہ بدصورت تھا، لیکن اُس کی پوشاک سفید تھی۔ لڑکوں کو گمان ہوا کہ شاید وہ بھی مسافر ہے۔ اُس نے پوچھا، "کیا بات ہے؟ تم بہت پریشان دکھائی دیتے ہو۔"

مومن نے جواب دیا، "ہم آسمانی شہر کو جا رہے ہیں، اور ہمیں پتہ نہیں چل رہا کہ اِن راستوں میں سے کون سا درست ہے۔"

وہ آدمی ہنس کر کہنے لگا، "صرف اِتنی بات ہے؟ اِتنا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ مَیں بھی آسمانی شہر کو جا رہا ہوں۔ میرے پیچھے چلو تو مَیں تمہیں راستہ بتا دوں گا۔"

مومن اور پُرامید اُس کے بارے میں تسلّی کئے بغیر اُس کے پیچھے چل دیئے۔ لیکن جلد ہی اُنہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا، کیونکہ کیا دیکھتے ہیں کہ بجائے آسمانی شہر کو جانے کے وہ خوش نما پہاڑوں کی طرف واپس جا رہے ہیں۔

مومن بول اُٹھا، "مجھے یقین ہے کہ راستہ صحیح نہیں۔"

پُرامید سیدھے کھڑا ہو گیا اور خوف زدہ آواز میں کہنے لگا، "سچ؟"

"سچ۔" ہمیں دوسرا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ دیکھتے نہیں وہی پہاڑ ہیں جہاں سے ہم صبح گزرے تھے۔ یہ راستہ تو ہمیں واپس وہیں لے جا رہا ہے۔"

پُرامید نے کہا، "تو اُس آدمی نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔"

"آؤ واپس چلیں۔"

"کہیں وہ ہمارا پیچھا کر کے ہمیں مار نہ ڈالے۔ وہ آسمانی شہر کا حقیقی مسافر معلوم نہیں ہوتا۔"

مومن نے کہا، "کیا معلوم؟ کاش ہم اُس کے پیچھے نہ لگتے! آؤ، اب بھاگ چلیں۔"

لڑکے ایک دم مُڑے، لیکن اُسی وقت وہ آدمی بھی مڑا۔ اِس سے پہلے کہ وہ شاہی راستے کی طرف ایک قدم بھی اُٹھاتے اُس نے ایک بڑا سا جال اُن کے اوپر پھینک کر اُنہیں پھنسا لیا۔ وہ مدد کے لئے پکارتے ہوئے زمین پر گر پڑے جبکہ وہ آدمی ٹھٹھے اُڑاتا ہوا وہاں سے کھسک گیا۔ اِتنے میں اُس کی سفید پوشاک اُس کے کندھوں پر سے گر

پڑی، اور اُنہوں نے پہچانا کہ وہ شریر سردار کا ملازم ہے۔ اُنہیں دھوکا دینے کے لئے اُس نے مسافروں کا سا لباس رکھا تھا۔

مومن اور پُرامید نے بڑی کوشش کی کہ اپنے آپ کو اُس خوف ناک جال سے نجات دلائیں، لیکن جتنا وہ اُسے کھینچتے اُتنا ہی وہ سخت ہوتا جاتا تھا۔ آخرکار وہ مجبوراً چُپ ہو کر لیٹ گئے۔ اُنہیں اپنی حماقت پر افسوس ہوا۔

پُرامید بولا، "افسوس، ہم نے وہ نقشہ بھی نہیں دیکھا جو اُنہوں نے ہمیں دیا تھا۔"

مومن سسکیاں بھرتے ہوئے کہنے لگا، "ہم بہت ہی بے پروا مسافر ہیں۔ ہم سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اگر بادشاہ ہمیں اِس بار بچائے تو پھر ہم سے ایسی حرکت نہیں ہو گی۔"

نافرمانی کی سزا

مسافروں کو یہ فکر ہوئی کہ کہیں اُنہیں ساری رات چاپلوس کے جال کے نیچے ہی نہ کاٹنی پڑے۔ مومن کہنے لگا، ”ممکن ہے وہ شریر سردار کو اطلاع دینے گیا ہو کہ اپنے سپاہیوں کو بھیج کر ہمیں اُٹھوا لے۔“

سورج غروب ہونے ہی والا تھا کہ لڑکوں کو پاؤں کی آہٹ قریب ہوتی ہوئی سنائی دی۔ وہ اِتنے سہم گئے کہ پُرامید کانپنے لگا۔ لیکن جب دیکھا کہ صرف ایک ہی آدمی ہے تو اُن کا خوف قدرے کم ہو گیا۔ آدمی کی چمکدار پوشاک اور حلیم چہرے سے اندازہ ہوا کہ وہ نیک بادشاہ کا خادم ہے۔ وہ مسافروں کو دیکھ کر رُک گیا اور پوچھنے لگا، ”تم اِس جال میں کیسے پھنس گئے؟“

مومن نے کہا، "ہم پریشان تھے اور صحیح راستے کا اندازہ نہ کر سکے۔ اِتنے میں ایک آدمی سفید پوشاک پہنے ہمارے قریب آیا اور کہنے لگا کہ وہ بھی آسمانی شہر کو جا رہا ہے۔ تب ہم اُس کے پیچھے ہو لئے۔"

بادشاہ کا خادم بولا، "وہ تو چاپلوس تھا۔" نیچے جھک کر اُس نے جال کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ مومن اور پُرامید رینگتے ہوئے باہر نکل آئے اور کھڑے ہو گئے۔ آدمی کا چہرہ سنجیدہ تھا۔ مومن کو یاد آیا کہ جب وہ خطرناک چٹانوں میں بھٹکا پھر رہا تھا تو مبشر نے بھی اِسی طرح اُسے دیکھا تھا۔

نوری شاہی راستے کی طرف مُڑا اور لڑکوں کو بھی ہدایت کی کہ وہ اُس کے پیچھے ہو لیں۔ مومن نے اپنا ہاتھ پُرامید کے ہاتھ میں دیا، اور وہ اکٹھے چلنے لگے۔ جب وہ پھر شاہی راستے پر ہو گئے تو نوری رُک گیا۔ پوچھنے لگا، "کل رات کہاں سوئے تھے؟"

"گڈریوں کے ساتھ پہاڑوں پر۔"

"کیا اُنہوں نے راستے کا چھوٹا سا نقشہ نہیں دیا؟"

لڑکوں نے شرم کے مارے سر جھکا کر کہا، "دیا تو تھا۔"

"جب راستے کے بارے میں شک ہوا تو کیا تم نے نقشہ دیکھا؟"

پُرامید آہستہ سے بولا، "نہیں،" اور مومن نے کہا، "بھول گئے تھے۔"

"اِس کے علاوہ گڈریوں نے تم سے کیا کہا تھا؟ کیا اُنہوں نے چاپلوس سے خبردار نہیں کیا تھا؟"

"کہا تو تھا کہ اُس کی نہ سننا۔"

"لیکن اِس کے باوجود تم نے اُس کی سنی۔ کیا وجہ ہے؟"

"ہمیں خیال ہی نہیں تھا کہ وہ آدمی چاپلوس ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ ہم سے بڑی حلیمی سے مخاطب ہوا۔"

مسافروں کے گالوں پر آنسو بہنے لگے، اور نوری نے اُن کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بڑی حلیمی سے کہا، "تم نے بڑی بے وقوفی کی۔ اچھی بات ہے کہ تمہیں اپنے کئے پر افسوس ہے۔"

مومن نے بسورتے ہوئے کہا، "ہمیں بہت ہی افسوس ہے۔ اور پُرامید کی نسبت مَیں زیادہ قصوروار ہوں۔"

نوری نے کہا، "نہیں۔ تم دونوں سے غلطی ہوئی ہے۔ اگر بادشاہ مجھے تمہاری تلاش میں نہ بھیجتا تو ممکن ہے قتل ہو جاتے یا شریر سردار کے سپاہی تمہیں اُٹھا کر لے جاتے۔ تو بھی بادشاہ تم سے خوش نہیں ہے۔ بادشاہ تمہیں معاف تو کر دے گا، لیکن مجھے تمہیں سزا دینی پڑے گی۔ اگر تم نے گڈریوں کا کہا مانا ہوتا تو راستہ کبھی نہ بھولتے۔"

اُس کے ہاتھ میں چھوٹی سی چابک تھی۔ اِس سے اُس نے دونوں کو بہت مارا۔ چابک کی ضربوں سے اُنہیں بہت چوٹیں لگیں۔ لیکن وہ

جانتے تھے کہ ہم اِس کے حق دار ہیں۔ جب سزا ہو چکی تو نوری نے اُنہیں بتایا کہ بادشاہ تمہاری شرارت کو کبھی یاد نہیں کرے گا۔

وہ کہنے لگے، ”ہمارا عزیز شہزادہ بھی مسافر تھا، اور وہ راستے کے تمام خطروں اور مصیبتوں سے واقف ہے۔ وہ تمہارا ہر وقت نگہبان ہے۔ اور جب تم سے کسی قسم کی بے پروائی ہوتی ہے تو وہ اپنے باپ سے التماس کرتا ہے کہ وہ اُس کی خاطر تمہیں معاف کر دے۔“

کافر

نوری کے چلے جانے کے بعد مسافر اپنے راستے پر برابر چلتے گئے۔ اب نہ تو اُن کی کسی دوست سے ملاقات ہوئی، نہ دشمن سے۔ وہ ایک بڑے وسیع میدان میں سے گزرنے لگے۔ نقشے کے مطابق یہ آنند دیش کہلاتا تھا۔ اِس میدان کے ایک حصے کو جادو کا میدان کہا جاتا تھا۔ پُرامید نے مومن کو یاد دلایا کہ گڈریوں نے اُنہیں خبردار کیا تھا کہ یہاں نہ سوئیں۔

مومن نے کہا، "مَیں نہیں بھولا، لیکن مَیں خوش ہوں کہ تمہیں بھی یاد ہے۔ اب ہمیں زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے، کیونکہ اِتنے لمبے سفر کے بعد کتنی ہی افسوس ناک بات ہو گی اگر ہمیں بھی پچھلے دن کے بے چارے مسافر کی طرح پکڑا جائے۔"

پُرامید نے کہا، "اب ہم چاپلوسوں کی باتوں میں نہیں آئیں گے۔ ارے، کیا ہمارے آگے کوئی شخص سڑک پر تو نہیں چل رہا؟"

مومن نے جواب دیا، "تم ٹھیک کہتے ہو۔ وہ تو آسمانی شہر کی طرف سے آ رہا ہے۔ ہاں، وہ ہم سے ملنے آ رہا ہو گا۔"

جوں ہی وہ آدمی نزدیک ہوا تو پُرامید نے کہا، "لگتا ہے کہ وہ نوریوں میں سے نہیں۔ ارے اُس کی پوشاک تو بادشاہ کے مسافروں کی سی ہے، لیکن غلط جانب کو جا رہا ہے۔"

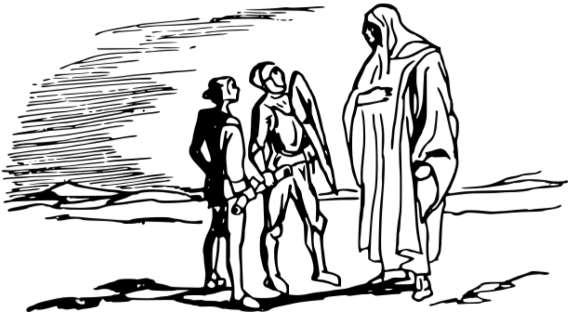

آدمی کا نام کافر تھا۔ جب اُس کی ملاقات لڑکوں سے ہوئی تو رُک گیا۔ پوچھنے لگا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ وہ بڑا مہربان نظر آ رہا تھا، اور اُس

کی آواز میں بڑی نرمی تھی۔ لیکن لڑکوں کو پتہ تھا کہ اُنہیں اُس کی بات پر اعتبار نہیں کرنا ہے۔ اُس کے سوال کے جواب میں مومن نے کہا، "ہم شاہی شہر یعنی آسمانی شہر کو جا رہے ہیں۔"

کافر ہنس کر کہنے لگا، "بے چارے معصوم لڑکو! کیا تم نے اِتنا لمبا سفر کرنے کے بعد بھی حقیقت معلوم نہیں کی؟"

پُرامید نے پوچھا، "کیا حقیقت؟"

کافر بولا، "یہ بڑا تھکا دینے والا سفر ہے، اور اگر تم اِس کی منزل پر پہنچ بھی جاؤ تو مایوسی ہی ہو گی۔"

"کیوں؟"

کافر نے اُداس سا چہرہ بنا کر کہا، "نہ کوئی بادشاہ ہے اور نہ ہی آسمانی شہر۔"

مومن چلّا اُٹھا، "کیوں نہیں؟ ہے۔ ہم نے اُس کے بارے میں بادشاہ کے اپنے خادموں سے سنا ہے۔"

کافر نے لڑکے کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اُسے دوسری طرف موڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا، "میرے عزیز، تم بہت ہی چھوٹے ہو، اور

مَیں بوڑھا ہوں۔ جو کچھ مَیں کہوں اُسے غور سے سنو۔ عرصہ ہوا مَیں نے بھی یہی قصہ سنا تھا جو تمہیں سنایا گیا ہے۔ مَیں اپنا گھر بار چھوڑ کر شاہی شہر کی تلاش میں نکل پڑا۔"

مومن نے کہا، "اچھا! تو تمہیں جلد ہی مل جائے گا۔ مل جائے گا نا؟"

کافر نے جواب دیا، "نہیں۔ مَیں تم سے آگے ہو آیا ہوں۔ مَیں بیس سال تک مسافر رہا ہوں اور کوئی شہر نہیں ملا۔"

مومن نے افسوس کے ساتھ پُرامید کی طرف دیکھا اور کہا، "کیا وہ سچ کہہ رہا ہے؟"

پُرامید چلّا اُٹھا، "نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے۔ تم اِس کی ہرگز نہ سنو۔ تم جانتے ہو کہ ہم نے خوش نما پہاڑوں سے شہر دیکھا تھا۔ جلدی چلو! نہیں تو نوری ہمیں پھر سزا دے گا۔"

کافر پاس کھڑا دونوں لڑکوں کو دیکھتا رہا۔ کہنے لگا، "میرے ساتھ واپس چلو! مَیں تمہیں واپس تمہارے گھر خیریت سے پہنچا دوں گا۔"

لیکن مومن نے جرأت سے جواب دیا، "تم ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہو۔ لیکن ہمیں تمہاری باتوں کا یقین نہیں آتا۔ حقیقت یہ ہے کہ آسمانی شہر ہے۔ جب ہم گڈریوں کے پاس تھے تو ہم نے اُس کے پھاٹک دیکھے۔"

کافر نے اپنا سر ہلایا، "تمہیں غلطی لگی ہے۔ جاؤ، جا کر دیکھ لو۔ مَیں تو اپنے وطن واپس جاتا ہوں۔"

مومن نے جواب دیا، "اور ہم بادشاہ کے پاس جا رہے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ چل پڑے جبکہ کافر اُن پر ہنستا ہوا اپنی راہ چلتا بنا۔

جادو کا میدان

وہ دن کے دوپہر میدان کے اُس حصے میں پہنچے جسے جادو کا میدان کہا جاتا تھا۔ یہ بہت ہی پیارا مقام تھا۔ پہاڑوں سے گھرے ہونے کے باعث یہاں کی آب و ہَوا بھی اچھی تھی۔ ندیاں نالے خاموشی سے بہہ رہے تھے، اور ہَوا سے پیڑوں کے پتے سرسرا رہے تھے۔ ارد گرد کا ماحول بڑا ہی خاموش اور مسرت انگیز تھا۔ لیکن یہاں کے سبزہ زار امن کی وادی کی طرح باڑ سے گِھرے ہوئے نہیں تھے۔ یوں مسافروں کے لئے یہاں لیٹنا اور آرام کرنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ شریر سردار کے نوکر اکثر چٹانوں اور جھاڑیوں میں چھپے رہتے تھے۔ جب بھی مسافروں سے اِتنی حماقت ہوتی کہ وہاں سو جاتے تو وہ یا تو اُنہیں اُٹھا لیتے، نہیں تو اُنہیں لُوٹ ضرور لیتے۔

پُرامید جمائی لینے لگا، "ہائے، مجھے نیند آ رہی ہے۔ میری آنکھیں پل پل قدم بہ قدم بند ہو رہی ہیں۔ یہاں بیٹھ جاؤ اور تھوڑا عرصہ آرام کر لو۔"

مومن نے پُرامید کا ہاتھ پکڑ کر اُسے ہلایا اور کہا، "یہاں نہیں، پُرامید! ارے پُرامید! تم بھول رہے ہو کہ یہ جادو کا میدان ہے۔"

پُرامید نے غنودگی کی حالت میں جواب دیا، "اچھا۔ تو یہاں کوئی دُکھ دینے والا تو نہیں۔ مَیں صرف چند منٹ لیٹوں گا۔ میرا انتظار نہ کرو۔"

وہ نیچے گھاس پر گر پڑا۔ لیکن مومن نے اُسے جھٹکے سے ہلایا۔ کہنے لگا، "کس خیال میں ہو؟ یاد نہیں، گڈریوں نے کیا کہا تھا؟" اُس نے اُسے اُس وقت تک جھنجھوڑنا نہ چھوڑا جب تک کہ وہ پورے طور پر جاگ نہیں اُٹھا۔

تب اپنے خطرے کی سمجھ آ کر مسافر بھی کانپ اُٹھا۔ "اگر مَیں اکیلا ہوتا تو کیا کرتا؟ مجھے یقین ہے کہ ضرور سو جاتا۔ ساری عمر مجھے اِتنی تھکاوٹ کبھی محسوس نہیں ہوئی۔"

مومن نے جواب دیا، "مَیں بھی نیند محسوس کر رہا تھا، لیکن تمہیں جگاتے جگاتے مَیں خود بھی بیدار ہو گیا۔ آؤ کوئی دل چسپ بات

کریں۔ اِس طرح جاگتے رہیں گے۔ تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم مسافر کیسے بنے تھے۔“

پُرامید نے بیان شروع کیا، ”مَیں نے تم سے پہلے سفر شروع کیا تھا۔ مَیں وفادار خوب جانتا ہوں۔ شروع میں مبشر اُس کے پاس جاتا، پھر وفادار میرے پاس آ کر بتاتا کہ اُس نے بادشاہ کے بارے میں کیا سنا ہے۔ اُس وقت تو مَیں نے اِتنی پروا نہ کی، لیکن کچھ عرصے بعد مَیں نے سوچا کہ آسمانی شہر کی رہائش اچھی ہو گی۔ ایک دن مَیں بھاگا بھاگا تنگ دروازے پر پہنچا اور سفر شروع کر دیا۔ لیکن جب بطلان میلا پر پہنچا تو گلیوں میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنے لگا۔ آخرکار اُنہوں نے مجھے آمادہ کیا کہ آگے نہ جاؤں۔ تب مَیں وہیں رُک گیا۔“

”تو تمہیں وہ پسند نہیں آیا؟“

”نہیں۔ بے شک بعض اوقات پسند بھی کرتا تھا، لیکن اکثر خوف آتا تھا اور ناخوش رہتا تھا۔ مسافروں کو شہر میں سے گزرتے دیکھ کر شرم آ جاتی اور ڈرتا رہتا کہ کہیں وہ مجھے دیکھ نہ لیں۔ اِتنے میں تم بھی وفادار کے ساتھ آ نکلے۔ اُسے دیکھتے ہی مَیں نے اُسے پہچان لیا۔“

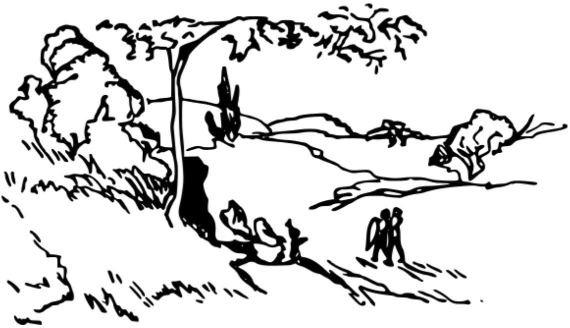

مومن نے پوچھا، ''تو کیا تم نے ہمیں مار کھاتے دیکھا؟''

''جی۔ اور جب تم پنجرے میں تھے تو میرا پورا دھیان تم پر تھا۔ ایک بار تو مَیں کھسک کر سلاخوں کے قریب جا پہنچا۔ اُس وقت تم شاید سوئے پڑے تھے۔ لیکن وفادار نے مجھے دیکھا اور مجھ سے باتیں بھی کیں۔''

''اُس نے کیا کہا؟''

''اُس نے مجھ سے درخواست کی کہ سیدھے شہر چھوڑ دو۔ کہنے لگا کہ ہمارے عزیز شہزادے کی خاطر بادشاہ تمھیں معاف کر دے گا۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ وفادار بڑے صبر سے سب کچھ برداشت کر رہا ہے، اِس

لئے کہ اُسے بادشاہ سے محبت ہے۔ اُس وقت مَیں نے ارادہ کیا کہ جب بھی تم بَری ہو گے تو مَیں کہوں گا کہ مجھے بھی ساتھ لے چلو۔"

مومن نے کہا، "مجھے اِس بات سے بڑی خوشی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو۔ اکٹھے رہنے سے مجھے بڑا سکون ہوا ہے۔ تم بھی خوش رہے ہو، نا۔"

پُرامید نے جواب دیا، "سچ مچ بڑی خوشی ہوئی ہے۔ اب مجھے اِس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ بادشاہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور کہ تھوڑے ہی عرصے میں ہم اُس کے خوب صورت شہر میں محفوظ ہوں گے۔"

جہالت کا انتظار

جہالت سارا وقت آہستہ آہستہ اکیلا ہی چلتا رہا۔ چاپلوس اور کافر نے اُس کی طرف دھیان ہی نہ دیا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اُس نے صحیح طریقے سے اپنا سفر شروع نہیں کیا، کہ آسمانی شہر پہنچتے وقت بادشاہ کے خادم اُسے شہر کے پھاٹک میں داخل ہونے نہیں دیں گے بلکہ اُسے اُس کے مالک شریر سردار کے پاس واپس بھیج دیں گے۔ یوں جہالت کو کوئی مشکل یا مصیبت پیش نہ آئی، یہاں تک کہ جادو کے میدان سے گزرتے ہوئے اُسے نیند تک محسوس نہ ہوئی۔

خطرناک میدان سے گزرتے ہوئے پُرامید اور مومن کو جہالت یاد آیا۔ وہ خیال کرنے لگے کہ اُس کی کیا حالت ہو گی۔ پُرامید نے اُس وقت پیچھے دیکھا۔ کہنے لگا، "وہ ہم سے تھوڑا ہی پیچھے ہے۔ کیا ہم اُس کا انتظار کریں؟"

مومن نے جواب دیا، "شاید یہی اچھا ہو۔ پھر اگر اُسے نیند آئی تو ہم اُسے جگا رکھیں گے۔"

مسافروں نے انتظار کیا لیکن گو جہالت کو معلوم تھا کہ وہ اُس کا انتظار کر رہے ہیں تو بھی اُس نے اُن سے ملنے کی کوئی پروا نہ کی۔ جب وہ سُستی سے چلتا اُن کی طرف آیا تو مومن کہنے لگا، "اکیلے چلنے میں کیا مزہ ہے؟ ہمارے ساتھ چلو!"

جہالت نے جواب دیا، "مجھے اِس کی پروا نہیں۔ مَیں اکیلا بخوبی سفر کر سکتا ہوں۔ مجھے بہت سی باتوں پر سوچنا ہے۔"

پُرامید نے پوچھا، "تم کس سوچ میں ہو؟"

"بادشاہ اور اُس کے آسمانی شہر کی سوچ میں۔"

مومن نے کہا، "لیکن اِن باتوں پر سوچنا ہی کافی نہیں۔ ہمیں بادشاہ سے ملاقات کرنے کی بڑی فکر ہونی چاہئے۔"

"یہی حال میرا بھی ہے۔"

"پھر تم تیز کیوں نہیں چلتے؟"

"کافی تیز چل رہا ہوں۔ کسی نہ کسی دن مَیں ضرور ہی شہر میں پہنچ جاؤں گا۔ تو پھر کیوں نہ آرام سے سفر کروں؟"

"لیکن اگر تم نے ایسی بے پروائی کی تو ممکن ہے کسی مشکل یا مصیبت میں پھنس جاؤ۔"

"اچھا! اگر ایسا ہوا تو بادشاہ میری مدد کرے گا۔"

پُرامید نے کہا، "اگر تم نے اُس کی فرماں برداری کی کوشش نہ کی تو بادشاہ تمہاری مدد نہیں کرے گا۔" پُرامید کو یقین ہوا کہ درحقیقت جہالت کو بادشاہ اور اُس کے قانون کا کوئی خاص علم نہیں ہے۔

لڑکے نے جواب دیا، "مَیں اُس کی فرماں برداری کی کوشش کرتا ہوں۔ اِس سے زیادہ اَور کیا کر سکتا ہوں؟ گھر بار چھوڑ کر مسافر بن بیٹھا ہوں۔ اِس کے علاوہ مَیں اَور کیا کر سکتا ہوں؟"

مومن نے کہا، "تم صلیب کے پاس سے ہو کر نہیں گزرے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر تمہارے پاس پروانہ اور مسافروں کی پوشاک نہ ہوئی تو بادشاہ کے خادم شہر میں تمہیں داخل ہونے نہیں دیں گے۔"

جہالت نے جواب دیا، "تم یقیناً غلط کہتے ہو۔ مَیں نے پڑھا ہے کہ بادشاہ ہر ایک مسافر کو ایک سفید پوشاک دے گا۔ اِس میں شک نہیں کہ وہ مجھے بھی ایسا لباس بھیج دے گا۔ مَیں تنگ دروازے اور صلیب پر اُس کی تلاش میں کیوں جاؤں؟ اِس کا یہ مطلب ہو گا کہ مجھے شہزادے کے قول کا اعتبار نہیں۔"

اُسی وقت مومن کو وہ رُقعہ یاد آیا جو وطن چھوڑنے سے پہلے مبشّر نے اُسے دیا تھا۔ ممکن ہے جہالت کے پاس بھی اِس قسم کی کوئی تحریر ہو۔ پوچھنے لگا، "کیا بادشاہ نے تمہیں بھی کوئی پیغام بھیجا تھا؟"

"پیغام! نہیں تو۔ وہ کیوں بھیجتا؟ کیا اِتنے بڑے بادشاہ سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ میرے جیسے لڑکے کو پیغام بھیجے؟"

بے چارہ مومن پریشان سا ہو گیا۔ پُراُمید کان میں کہنے لگا، "سمجھ میں نہیں آتا اُس سے کیا بات کی جائے۔ وہ یقیناً غلط ہے۔ لیکن ہماری کہاں سنے گا۔"

اب جہالت گفتگو سے تنگ آ چکا تھا۔ کہنے لگا، "سچ تو یہ ہے کہ مَیں اِتنا تیز نہیں چل سکتا جتنا تم چلتے ہو۔ تم اپنی راہ لو۔"

ویسے بھی مسافروں کو معلوم نہیں تھا کہ اُسے اَور کیا کہیں، وہ اُسے چھوڑ کر چل دیئے کہ وہ اپنی مرضی سے آہستہ آہستہ چلا آئے۔

آنند دیش

جادو کے میدان سے گزر کر دونوں آنند دیش میں جا پہنچے۔ اُنہوں نے آج تک اِس جیسا خوب صورت ملک نہیں دیکھا تھا۔ اُس کے پہاڑوں پر پیڑ تھے۔ اُس کی وادیاں سرسبز تھیں اور اُن میں خوش رنگ پھول کِھلے ہوئے تھے۔ کچھ فاصلے پر وہ تیز روشنی چمک رہی تھی جسے گڈریوں نے خوش نما پہاڑوں پر سے اُنہیں دکھایا تھا۔ جب لڑکوں کی آنکھیں اِس روشنی کی عادی ہو گئیں تو وہ آسمانی شہر کی دیواریں اور پھاٹک پہچاننے کے قابل ہو گئے۔

شریر سردار اور اُس کے سپاہی آنند دیش میں کبھی داخل نہیں ہوئے تھے۔ وہاں کے رہنے والے لوگ بادشاہ کے حقیقی خادم تھے اور بڑے تپاک سے مومن اور پُرامید سے ملے۔ کہنے لگے، "اب تمہاری مصیبتیں

ختم ہوگئی ہیں۔ اب تم مزے سے جب تک بادشاہ تمہیں نہ بلائے یہاں ٹھہرو۔"

مومن نے پوچھا، "کیا وہ جلدی بلائے گا؟"

اُنہوں نے جواب دیا، "یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے۔بعض اوقات تو مسافر یہاں برسوں خاموشی سے پڑے رہتے ہیں، اور بعض اوقات بادشاہ شہریر سردار کے ملک میں اُن کے ذمے کوئی کام لگا دیتا ہے۔لیکن آخر کار ہمیشہ کے لئے آسمانی شہر میں بادشاہ کے حضور رہنے کے لئے چلے جاتے ہیں۔"

مومن نے کہا، "مجھے یاد ہے جب مدد نے دلدل سے مجھے نکالا تو اُس نے بتایا کہ وہ شہر کے پھاٹکوں تک گیا تو تھا لیکن بادشاہ نے اُس کے ذمے کوئی کام لگایا تھا جسے اُسے اندر جانے سے پہلے کرنا تھا۔"

مومن پُرامید کے ساتھ اُن پہاڑوں اور خوب صورت وادیوں میں گھومنے لگا۔ چلتے چلتے اُسے یہ خیال ستاتا رہا کہ کیا میری والدہ اِس ملک میں ہیں یا بادشاہ کے پاس چلی گئی ہیں؟ وہ جس سے ہی ملتا بڑے شوق سے اُسے دیکھتا، لیکن اُس کی امّی کہیں نظر نہ آئیں۔

کہنے لگا، ”بادشاہ نے اُنہیں بلایا ہو گا۔ اُنہیں پھر ملنا کتنا اچھا ہو گا۔ شاید اُنہیں پتہ چل گیا ہو کہ ہم یہاں ہیں، اور وہ اِس وقت کہیں ہمارا انتظار کر رہی ہوں۔“

مسافروں نے کئی پُرلطف دن آنند دیش میں گزارے۔ ایک دن صبح سویرے وہ ایسی وادی میں پہنچے جہاں جگہ جگہ انگور اور دیگر پھلوں کے بڑے بڑے باغ تھے۔ اُس کے پھاٹک چوپٹ کھلے تھے۔ جوں ہی وہ قریب آئے تو ایک مالی اُن سے کہنے لگا، ”تمہیں باہر ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بادشاہ کے باغ ہیں جو مسافروں کی سَیر و تفریح کے لئے ہیں۔“

پھر وہ اُن کے ہاتھ پکڑ کر اُنہیں اندر لے گیا۔ جب شام ہوئی تو اُس نے اُنہیں چھوٹی سی آرام گاہ دکھائی جہاں وہ لیٹ کر آرام سے سو سکتے تھے۔ وہ پہاڑوں کے پیچھے آہستہ آہستہ سورج کے ڈوبنے کا نظارہ کر رہے تھے کہ مومن بول اُٹھا، ”کتنی خوشی کی بات ہے کہ ہم یہاں پہنچ گئے ہیں۔ مَیں تو اِتنا خوش ہوں کہ اب تک جتنی مصیبتیں آئیں سب بھول چکا ہوں۔“

پُرامید نے کہا، ”مَیں بھی شکرگزار ہوں کہ بطلان میلا سے بھاگ آیا۔ یہ کتنی اچھی بات ہے کہ پروانہ وہاں گم نہیں ہوا۔ معلوم نہیں کہ اِسے مَیں نے کیسے محفوظ رکھا۔“

مومن بولا، ”اور اب تو ہمیں صرف بادشاہ کے پیغام کا انتظار ہے۔ اگر بادشاہ کی مرضی ہوئی تو مَیں باہر جا کر اُس کا کام بھی کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن بہتر یہی ہو گا کہ شہر میں سیدھا چلا جاؤں۔“

پھر وہ امن کی وادی کی طرح ایک دوسرے کے پہلو میں سو گئے اور صبح تک آرام سے سوئے رہے۔

کالا دریا

آنند دیش آسمانی شہر کے اِتنا قریب تھا کہ نوری اکثر وہاں کے رہنے والوں سے ملنے آتے رہتے تھے۔ اُن کے چہرے آسمانی نور سے اِس طرح چمکتے رہتے تھے جس طرح مومن کی ماں کا چہرہ خواب میں چمکتا تھا۔ اُن کے کپڑے صاف اور شفاف تھے۔ وہ اکثر بادشاہ کے خادموں کو اُس کا پیغام پہنچاتے رہتے تھے۔مسافر جانتے تھے کہ کسی نہ کسی دن اُنہیں بھی کوئی پیغام آئے گا۔

ایک دن وہ صبح سویرے بادشاہ کے باغ میں ٹہل رہے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں، دو نوری اُن سے ملنے آ رہے ہیں۔

اُنہوں نے پوچھا، ”کیا تم آسمانی شہر کو جا رہے ہو؟“

لڑکوں نے جواب دیا، ”ہاں۔“

تب اُنھوں نے لڑکوں سے بہت سے سوال کئے۔ اُن کو اپنی آپ بیتی سنانے کی درخواست کی۔ مومن نے اپنی تمام مشکلات اور مصیبتیں سنائیں، اور پُرامید نے بتایا کہ اُس نے کیسے بطلان میلا میں وقت ضائع کیا تھا۔

وہ کہنے لگا، "ہماری چال چلن بہت بار ٹھیک نہیں تھی۔ ہمیں اِس کا بڑا افسوس ہے۔ لیکن ہم پورے دل سے بادشاہ سے محبت کرتے ہیں۔"

نوریوں نے جواب دیا، "اُسے معلوم ہے کہ تمہیں اُس سے محبت ہے، اور اُس نے اپنے پیارے بیٹے کی خاطر تمہاری تمام غلطیاں اور

نافرمانیاں معاف کر دی ہیں۔ اُس نے ہمیں تمہارے پاس اِس غرض سے بھیجا ہے کہ تمہیں بتائیں کہ اُس کے شہر کے اندر آ جاؤ۔"

یہ سن کر پُرامید کا دل باغ باغ ہو گیا۔ مومن بھی بڑا خوش ہوا۔ لیکن جب اُسے یہ خیال آیا کہ بادشاہ کے حضور جانا ہے تو ڈرنے لگا اور نوریوں سے کہا، "کیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے؟"

وہ کہنے لگے، "تھوڑی دُور تمہارے ساتھ چلیں گے۔ پھر ہماری تمہاری ملاقات شہر کے پھاٹکوں پر ہو گی۔"

پھر اُنہوں نے لڑکوں کے ساتھ باغ سے نکل کر ایک بڑے وسیع دریا کے کنارے پر پہنچ گئے۔ دریا کا پانی کالا اور تیز دھار تھا، لیکن اُس کے آگے آسمانی شہر کی روشنی چمکتے نظر آتی تھی۔

مومن چلّا اُٹھا، "اب اِسے پار کیسے کیا جائے؟"

نوریوں نے جواب دیا، "تمہیں پانی میں سے چلنا پڑے گا، لیکن ڈرو مت۔ دوسری طرف شہر ہے۔ تم حفاظت سے اُس کے پھاٹکوں میں پہنچ جاؤ گے۔"

پُرامید نے سر اُٹھا کر دریا کے پار جھانکا تو سامنے کیا دیکھتا ہے، دریا کے دوسری جانب سیدھا راستہ خوب صورت سنہری پھاٹکوں تک پہنچتا ہے۔ کہنے لگا، ”ارے مومن! ہمیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اب تو ہم شہر کے بالکل نزدیک ہیں۔“

لیکن خوف کے مارے مومن کی آنکھوں پر اندھیرا چھا چکا تھا، اور اُسے دریا کے آگے روشنی نظر نہ آتی تھی۔ پانی دیکھ کر وہ کانپ اُٹھا اور ایک بار پھر نوریوں سے مخاطب ہوا، ”یہ تو بہت گہرا ہے، اور اگر ہم نے اِسے پار کرنے کی کوشش کی تو ڈوب جائیں گے۔“

نوریوں نے جواب دیا، ”نہیں۔ اِتنا تو گہرا نہیں۔ پانی کی طرف مت دیکھو بلکہ روشنی کی طرف۔ بادشاہ تو تمہاری مدد کرے گا۔“

مومن نے پھر پوچھا، ”کیا تم بھی ہمارے ساتھ چلو گے؟“

نوریوں نے جواب دیا، ”ہم تمہارے ساتھ نہیں جا سکتے بلکہ دوسرے کنارے پر تم سے ملاقات کریں گے اور تمہیں بادشاہ کی حضوری میں لے چلیں گے۔“

”کیا میری ماں یہاں سے خیریت سے گزر گئی ہیں؟“

"ہاں! اور وہ تمہاری منتظر ہیں اور تم سے ملنے کے لئے بے چین ہیں۔ ڈرو مت۔ بادشاہ پر توکل کرو اور یاد رکھو کہ اُس نے تمہارے لئے کیا کچھ کیا ہے۔"

تب نوری مڑے، اور پُرامید اپنے ساتھی کی گردن میں بانہیں ڈال کر کہنے لگا، "مومن آؤ۔ یہ آخری مصیبت ہے، یہ جلد ہی ختم ہو جائے گی۔ آؤ، مل کر چلیں۔ بادشاہ ہماری حفاظت کرے گا۔"

تب مسافر آہستہ آہستہ کنارے سے اُتر کر پانی میں چلے گئے۔

جہالت کا انجام

جب جہالت آنند دیش میں داخل ہوا تو وہاں کے لوگوں نے اُس کی مومن اور پُرامید کی طرح بڑی خاطر کی۔ لیکن اُنہیں جلدی پتہ چل گیا کہ وہ حقیقی مسافر نہیں۔ یہ دیکھ کر اُنھوں نے اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیا اور اُس سے بات تک نہ کی۔ وہ بادشاہ کے باغ کے پھاٹکوں کے قریب سے بھی گزرا، لیکن مالیوں نے اُسے اندر آنے کو نہ کہا۔ نوریوں نے اُسے اُدھر جاتے تو دیکھا، لیکن نہ تو اُنھوں نے اُس سے بات کی اور نہ ہی بادشاہ کا کوئی پیغام دیا۔

آخرکار وہ سیدھا دریا کے کنارے پر پہنچ گیا۔ دوسری طرف اُسے آسمانی شہر کی دیواریں نظر آ رہی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ پانی سے پار جائے بغیر سفر ختم نہیں ہو گا۔ چند منٹ کھڑے ہو کر سوچنے لگا کہ کیا کرے۔ پھر گھاس پر لیٹ گیا۔ سوچنے لگا کہ تھوڑا سا آرام کر لوں۔ شاید کوئی اَور

بھی پار جانے کے لئے یہاں آ پہنچے۔ یہاں کوئی پُل دکھائی نہیں دیتا، اِس لئے مسافروں کے لئے کوئی نہ کوئی کشتی ہو گی۔

وہاں ایک کشتی تو تھی، لیکن وہ شریر سردار کی تھی۔ بادشاہ کے مسافر اُسے کبھی استعمال نہیں کرتے تھے۔ جہالت کو ساحل پر لیٹے دیکھ کر جھوٹی اُمید نامی ایک ملاح کشتی چلاتا اُس کے پاس آیا۔ کہنے لگا، "ابھی وقت ہے کہ دریا کے پار چلے جاؤ۔ مَیں تمہارے لئے اپنی کشتی لایا ہوں۔"

جہالت خوش ہوا۔ اُٹھ کر کہنے لگا، "بادشاہ نے تمہیں بھیجا ہو گا۔"

آدمی نے جواب دیا، "جی ضرور۔ بعض جگہوں پر پانی اِتنا گہرا نہیں، اور کچھ مسافر پیدل چل کر پار جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اِس کی ضرورت نہیں۔ مَیں ہر وقت پار لے جانے کو تیار ہوں۔"

اُس نے اپنا ہاتھ بڑھایا جسے پکڑ کر جہالت کشتی میں بیٹھ گیا۔ تب جھوٹی اُمید چپّو پکڑ کر کشتی چلانے لگا۔

دوسرے کنارے پر پہنچ کر جہالت نے پوچھا، "اب کیا کروں؟"

جھوٹی اُمید نے ایک راستے کی طرف اشارہ کرکے کہا، ”یہ اچھا راستہ ہے۔ہموار بھی ہے اور آسان بھی۔ اگر تم نے نوریوں سے ملاقات کی ہوتی تو وہ تمھیں دوسرے راستے سے لے جاتے۔ اُس راستے میں چڑھائی بہت ہے، اور اُس پر مشکل سے چلا جاتا ہے۔ سیدھے پھاٹک تک چلے جاؤ، اور وہاں تمھیں بادشاہ کے محل کا راستہ مل جائے گا۔“

اُس نے اپنی کشتی کنارے سے ہٹائی، اور جہالت نے گھوم کر شہر کو جانے والے پہاڑی راستے پر چڑھنا شروع کر دیا۔ راستے میں اُس کی کسی سے ملاقات نہ ہوئی۔ جب وہ پھاٹکوں پر پہنچا تو اُنہیں بند پایا۔ اُس نے اوپر دیکھا تو دروازے پر سُنہری حرفوں میں لکھے یہ الفاظ دکھائی دیئے، ”مبارک ہیں وہ جو بادشاہ کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔“

جہالت نے خیال کیا، ”اچھا۔ مَیں نے تو ہمیشہ بادشاہ کی فرماں برداری کی ہے۔“ وہ دروازے کو کھٹکھٹانے لگا۔ وہ بالکل بھول چکا تھا کہ بادشاہ اپنے مسافروں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنا سفر تنگ دروازے سے شروع کرکے صلیب کے راستے سے چلیں۔ گو اُس نے اِس کے بارے میں اکثر سنا تو تھا تو بھی اُس نے کبھی اِس پر دھیان

نہیں دیا تھا۔ اِس لئے وہ بادشاہ کی برکتوں کا مستحق نہیں تھا۔ اُس نے دو مرتبہ کھٹکھٹایا، لیکن کسی نے پھاٹک نہ کھولے۔ آخر بادشاہ کا ایک خادم کھڑکی پر آیا اور جہالت کو دیکھ کر کہنے لگا، "تم کہاں سے آئے ہو اور کیوں بادشاہ کا پھاٹک کھٹکھٹا رہے ہو؟"

لڑکے نے جواب دیا، "مَیں مسافر ہوں۔ ابھی دریا پار کرکے آیا ہوں۔ آسمانی شہر میں رہائش کرنا چاہتا ہوں۔"

بادشاہ کے خادم نے جواب دیا، "اپنا پروانہ دکھاؤ۔ مَیں اُسے اپنے آقا کے پاس لے جاؤں۔"

جہالت جانتا تھا کہ اُس کے پاس پروانہ نہیں ہے، لیکن کپڑوں میں ہاتھ ڈال کر بظاہر ٹٹولنے لگا۔ بادشاہ کے نوکر نے کچھ انتظار کیا، لیکن آخرکار بول اُٹھا، "لگتا ہے کہ تم اُس کے بغیر آئے ہو۔" پھر وہ پھاٹک پر سے بادشاہ کے پاس گیا تاکہ پوچھے کہ کیا کرنا چاہئے۔

بے چارہ جہالت باہر کھڑا افسوس کر رہا تھا کہ کاش مَیں اپنے سفر کے بارے میں اِتنا بے پروا نہ ہوتا۔ سوچنے لگا، "شہر کتنا خوب صورت ہے۔

خواہش تو یہی ہے کہ ہمیشہ یہیں رہوں۔ لیکن لگتا نہیں کہ اندر جانے دیں گے۔“

جب بادشاہ نے سنا کہ پھاٹک پر ایک مسافر آیا ہوا ہے جس کے پاس نہ تو سفید پوشاک ہے اور نہ ہی پروانہ تو کہنے لگا، ”مَیں تو اُس سے واقف نہیں۔ اُسے واپس بھیج دو۔“

یہ سنتے ہی دو نوری وہاں پہنچے۔ اُنہوں نے بے وقوف لڑکے کو باندھا اور آسمانی شہر سے اُٹھا کر شریر سردار کے ملک میں پھینک دیا۔ اُس کا ظالم آقا اُسے پا کر بہت خوش ہوا اور ایسا انتظام کیا کہ آئندہ وہاں سے کھسکنے نہ پائے۔

جہالت اپنی کھوئی ہوئی خوشی پر زار زار روتا رہا۔ سردار اُسے روتے دیکھ کر کہنے لگا، ”یہ غلطی تم ہی سے ہوئی ہے۔ اگر تمھیں سچ مچ بادشاہ کے ساتھ رہنے کی خواہش ہوتی تو اُس کے حکموں پر بھی عمل کرتے۔“

سفر کا خاتمہ

جب مومن کے جسم پر کالے دریا کا پانی لگا تو وہ سہم گیا۔لیکن پُرامید اُس کے ساتھ لگا رہا۔ اُس نے اُس کی بڑی مدد کی۔ تو بھی مومن کے پاؤں نکل گئے، اور وہ چلّا اُٹھا، ”مَیں ڈوب چلا۔ میرے سر سے پانی گزر رہا ہے۔“

پُرامید نے کہا، ”نہیں، یہ صرف لہر ہے۔ اِتنا خوف نہ کرو۔ دریا اِتنا گہرا نہیں۔ میرے پاؤں نیچے لگ رہے ہیں۔ ہم بےخطر پار ہو جائیں گے، اور اِس کے بعد ہمیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔“

مومن بےبسی کی حالت میں آہستہ سے بولا، ”شاید تم پار ہو جاؤ، لیکن مَیں تو یقیناً پار نہیں جا سکوں گا۔ مَیں بادشاہ کو کبھی نہیں دیکھوں گا۔ میری کتنی خواہش تھی کہ ہمیشہ اُس کے ساتھ رہوں۔“

"تم اُس کے ساتھ رہو گے۔ اوپر نظر اُٹھاؤ اور پانی کا خیال مت کرو۔ دیکھو ہر ایک چیز کتنی صاف نظر آتی ہے۔ شہر میں جگ مگ ہو رہی ہے۔ اور نوری پھاٹکوں پر ہمارا انتظار کر رہے ہیں۔"

مومن نے کہا، "وہ تمہارا انتظار کر رہے ہوں گے، میرا نہیں۔ یہ کہہ کر اُس کا سر پُرامید کے کندھوں پر آ لگا۔ تھوڑی دیر کے لئے اُسے اِتنا بھی ہوش نہ رہا کہ یہ سن سکتا کہ اُس کا ساتھی کیا کہہ رہا ہے۔ لیکن پُرامید نے اُسے زور سے اپنے بازوؤں میں پکڑ کر بڑے خلوص سے بادشاہ سے دعا کی کہ وہ اِس آخری مصیبت میں اُن کی مدد کرے۔ اُسی وقت مومن کی آنکھیں کھل گئیں اور آسمانی شہر کی روشنی اُس کے چہرے پر پڑ گئی۔ وہ چلّا اُٹھا، "مجھے سب کچھ نظر آتا ہے۔ یہ سورج کی طرح روشن ہے۔ اور مَیں نے شہزادے کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ جب تُو سیلاب میں سے گزرے گا تو مَیں تیرے ساتھ ہوں گا۔"

پُرامید نے کہا، "دیکھا تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میرا ہاتھ پکڑ لو۔ شہزادہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"

یوں مومن میں جرأت آ گئی، اور اُس کا گھبرانا اور کانپنا جاتا رہا۔ مسافر ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کالے دریا سے پار ہوئے۔ کچھ عرصے کے بعد زمین کچھ پکی ہو گئی، اور دریا کا زور بھی کچھ کم ہو گیا۔ پھر کیا دیکھتے ہیں کہ وہی دونوں نوری جو اُنہیں دریا کے کنارے لائے تھے اُن کے استقبال کو کھڑے ہیں۔ چند ہی لمحوں میں وہ خطرناک راستہ ختم ہو گیا۔ مہربان ہاتھوں نے اُنہیں کھینچ کر باہر نکالا، اور وہ خیریت سے ساحل پر کھڑے ہو گئے۔

آسمانی شہر کی تعمیر ایک پہاڑ پر ہوا تھا۔ دریا سے ایک چوڑی اور سیدھی سڑک اُس کے پھاٹکوں کو جاتی تھی۔ یہ راستہ ڈھلان تھا جیسا کہ جھوٹی اُمید نے جہالت کو بتایا تھا۔ لیکن مومن اور پُرامید کو اِتنا مشکل نہ لگا، کیونکہ نوریوں نے اُن کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے کہ وہ کہیں گر نہ پڑیں۔

مومن تمام دُکھ درد بھول گیا۔ اپنے سامنے خوب صورت دیواروں اور پھاٹکوں کو دیکھ کر کہنے لگا، "اب ہم جلدی شہر میں پہنچ جائیں گے۔

جو نوری اُس کے ساتھ جا رہا تھا وہ جواب میں کہنے لگا، ''ہاں، تم بادشاہ کو اُس کے جمال میں دیکھو گے، اور وہ تمہیں اپنا فرزند سمجھ کر تمہیں قبول کرے گا۔ اِس کے بعد تمہیں کبھی تھکاوٹ یا اُداسی نہیں ہو گی۔ تمہارے ذمے بادشاہ کا کوئی کام ہو گا، لیکن وہ اِتنا آسان اور خوش گوار ہو گا کہ تمہیں اُس کے کرنے سے خوشی ہو گی۔''

مومن نے کہا، ''کیا میری امّی سے بھی ملاقات ہو گی؟'' وہ اپنی ماں سے ملنے کے لئے تڑپ رہا تھا۔

نوری نے اُسے یقین دلایا، ''وہ تم سے ملنے آ رہی ہیں۔ اُنہیں معلوم ہے کہ تم ہمارے پاس ہو، اور اُنہیں یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی ہے کہ تمہارا سفر ختم ہو گیا ہے اور کہ تم نے خیریت سے دریا پار کر لیا ہے۔''

آسمانی شہر

مسافر جب شہر کے قریب ہوئے تو شاہی خادموں کا ایک گروہ جو اب تک پھاٹک پر پہرا دے رہا تھا ڈھلان سے اُن کے استقبال کو نیچے اُترا۔

نوریوں نے لڑکوں کا تعارف کرایا، "یہ دونوں بادشاہ کے مسافر ہیں۔ ہم اِنہیں آسمانی شہر میں پہنچا رہے ہیں۔"

مومن نے جب نظر اُٹھائی تو اُسے دوسروں کی نسبت ایک زیادہ چمکدار شکل نظر آئی۔ سامنے اُس کی ماں کھڑی تھیں۔ اُسے دیکھ کر اُن کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ پوچھنے لگیں، "کیا یہی میرا مومن ہے؟" نوریوں نے اُن کے لئے راستہ بنایا۔

مومن اُنہیں فوراً پہچان گیا اور یک لخت دوڑ کر اُن کے بازوؤں میں چلا گیا۔ وہ چلّا اُٹھا، "امّی جان! مَیں آپ کے پاس آ گیا ہوں۔ بادشاہ نے میری نگہبانی کی، اور کسی دن وہ ابّو کو بھی یہاں لے آئے گا۔"

ماں کہنے لگیں، "اب تم مجھ سے جُدا نہیں ہو گے۔ بادشاہ بڑا مہربان ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ اُس کے شہر میں چلو اور وہاں مل کر اُس کا شکر بجا لائیں۔

مومن اپنی ماں کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اور یہ جان کر کہ اب امّی مجھ سے کبھی جُدا نہیں ہوں گی کتنا خوش ہوا۔ افسوس، پُرامید کا استقبال کرنے والا کوئی عزیز نہیں تھا، کیونکہ وہ اُن سب کو پیچھے برباد نگر میں چھوڑ آیا تھا۔ لیکن نوریوں نے اُس کے گرد گھیرا ڈال کر اُس سے ایسی مہربانی سے گفتگو کی کہ اُس کی تسلی ہو گئی اور وہ اپنی تنہائی بھول گیا۔

مومن دریا کے دوسرے کنارے پر اپنے ہتھیار چھوڑ آیا تھا، کیونکہ اب جنگ لڑنے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ اب وہ بڑی فکر سے اپنا لباس دیکھ رہا تھا۔ اگرچہ اُس نے اپنے لباس کا بڑا خیال رکھا تھا تاہم اِتنے لمبے سفر میں وہ کپڑے مَیلے اور بوسیدہ ہو چکے تھے۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں میری یہ حالت دیکھ کر بادشاہ ناراض نہ ہو جائے۔لیکن کالے دریا کے پانی نے تمام گرد و غبار اور داغ صاف کر دیئے تھے۔ پُرامید

کے کپڑے بھی جو بطلان میلا میں اِتنی دیر رہنے سے بے حد مَیلے ہو چکے تھے اب اِتنے تازہ اور صاف تھے کہ جیسے ابھی ملے ہوں۔

آسمانی شہر کی دیواروں کے پاس چند ایک لوگ کھڑے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں چاندی کے نرسنگے تھے۔ مومن اور پُرامید جب اُن کے پاس پہنچے تو اُنہوں نے اپنے نرسنگے زور سے پھونکے تاکہ شہریوں کو معلوم ہو جائے کہ چند ایک مسافر بادشاہ کے حضور حاضر ہونے کے منتظر ہیں۔ نوریوں نے لڑکوں کو بتایا کہ وہ پھاٹک کو کھٹکھٹائیں۔ تب بادشاہ کے خادم کھڑکی سے جھانکنے کے بعد اُن کے ہاتھوں سے پروانہ لے کر محل میں چلے گئے۔

چونکہ پروانوں پر شہزادے کی مُہر لگی ہوئی تھی اِس لئے بادشاہ اُنہیں دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ اُس نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ ایک دم پھاٹک کھول کر مسافروں کو اُس کے حضور پیش کریں۔

شہر کے لوگ نرسنگوں کی آواز سن کر سمجھ گئے کہ اِس کا کیا مطلب ہے۔ مومن اور پُرامید جب پھاٹک میں سے گزرے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ساز بجاتی اور خوشی کے گیت گاتی ایک بڑی ٹولی اُنہیں خوش آمدید

کھنے کو کھڑی ہے۔ ہر ایک خوش و خرم تھا، کیونکہ آسمانی شہر میں نہ تو کوئی اُداسی تھی، نہ تھکاوٹ اور نہ ہی دُکھ۔

پہلے تو لڑکوں کی آنکھیں ارد گرد کی چمک سے چُندھیا گئیں، لیکن آہستہ آہستہ وہ دیکھنے کے لائق ہو گئیں۔ شہر کے درمیان شاہی محل تھا جو خوب صورت محل سے کہیں زیادہ شاندار تھا۔

مومن نے اپنی ماں سے کانا پھوسی کی، "کیا بادشاہ یہیں رہتا ہے؟"

اُنہوں نے جواب دیا، "ہاں۔ اور جب تم اُس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اُس کا جلال دیکھو گے تو تمہیں ہمیشہ کے لئے کامل خوشی حاصل ہو گی۔"

مومن نے کہا، "چونکہ آپ مجھے مل گئی ہیں اور مجھ سے محبت کرتی ہیں اِس لئے مَیں اب بہت خوش ہوں۔"

ماں نے جواب دیا، "بے شک۔ لیکن بادشاہ کی محبت مجھ سے کہیں زیادہ ہے۔"

اِتنے میں مسافر محل کے دروازے پر پہنچ گئے۔ جوں ہی دروازہ کھلا، اُنہیں دل کش موسیقی سنائی دی، اور شہزادہ خود اُن کے انتظار میں کھڑا

تھا۔ وہ اُنہیں دیکھ کر مسکرایا اور اُن کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے۔ پھر وہ اُنہیں محل میں لے گیا۔ تمام شہر نے خوشی منائی کہ اُن کا سفر ختم ہو گیا ہے اور کہ وہ کالے دریا سے خیریت سے بادشاہ کے حضور پہنچ گئے ہیں۔